ترقی ملکی فتوحات اور علمی و تمدنی خدمات کو اجمال سے دکھایا گیا ہے، مصنف کو اس کتاب کی ترتیب کا خیال پنجاب کے اسکولون کی تاریخی کتابون کو دیکھ کر پیدا ہوا، اسلئے کتاب مین نمایان پہلو عام الزامات کی تردیدون کو حاصل ہی جنکو مرتب نے عربی فارسی ماخذ سے مرتب کیا ہی لیکن بہتر تھا کہ اس مقصد کیلئے "دولت غزنویہ" لکھنے کے بجائے "سیرت محمود غزنوی" مرتب کیجاتی اور اسطرح بہت سے مباحث جو اس کتاب مین بیگانہ معلوم ہوتے ہین وہ "سیرت محمود غزنوی" مین لکھے جاتے، مثلاً دیباچہ مین "تاریخ ہند قدیم" "تاریخ ہند اور اسلام" یا "امیر سبکتگین کے حالات" کے ضمن مین عربون اور اہل ہند کا پہلا مصافحہ" کے عنوان سے صفحون کی طویل بحث بے جوڑ معلوم ہوتی ہی جسکو یہان زیادہ سے زیادہ چند سطرون مین بیان کرنا تھا، نیز یہ افسوس ہو کہ کتاب کی عام ترتیب بہت زیادہ ناقص ہی، مثلاً مباحث و واقعات کو یکجائی پہلوؤن کیساتھ پیش کرنیکے بجائے ہر جگہ سلبی و تردیدی اسلوب بیان مین پیش کیا گیا ہی، مثلاً محمود کے حملۂ ہند کے جسقدر واقعات بیان کئے ہین انھین ہر جگہ "مورخ ہند للیتھرج" کے بیان کی تردید سے شروع کیا گیا ہی، اور اس طرح شکل سے پتہ چلتا ہی کہ خود مؤلف کے نقطۂ نظر سے یہ واقعہ کیونکر، کب، اور کس شکل مین پیش آیا، اور پھر متعدد ابواب جو قائم کئے گئے ہین اور مختلف عنوان جو دیئے گئے ہین وہ بھی نئی ترتیب کے محتاج ہین، اور اسیطرح اسلوب بیان مین ژولیدہ بیانی بھی نظر آتی ہے، مثلاً وہ ایک کہ سلطان نے واپسی کے وقت بھیرہ پر حملہ کیا، لیکن اسکے بعد ہی حملۂ روم کے عنوان مین دوسرے ہی صفحہ پر للیتھرج کے اسی بیان حملۂ بھیرہ کی تردید کیجاتی ہی، اور بھیرہ کے بجائے "بھنڈے" پر حملہ بتایا جاتا ہے، کوئی بات صاف اور واضح طور پر سمجھ مین نہین آتی کہ مؤلف کا مقصود کیا ہی، بجز اسکے کہ زیادہ سے زیادہ حد امکان تک للیتھرج کی تردید کیجائے، اور تردید مین بھی اب ولہجہ اکثر جگہ حد درجہ غضب آلود ہی، اور پھر لطف یہ ہے کہ محمود کے سر سے الزامات کے دور کرنیکی کوشش کیگئی ہی، لیکن مؤلف نے محمود کے حملۂ ہند کے واقعات جس مجاہدانہ جوش و خروش سے بیان کئے ہین، اور پھر ان سے جو دینی خدمات ثابت کئے ہین، انھین دیکھ کر تو یہی کہا جاسکتا ہی کہ محمود کا بڑا احسان یہی ہو کہ یہ احسانات نہ کئے جائے، فارسی عربی ماخذون سے واقعات کو جانچ پرتال کر لکھنے کے بجائے تمام رطب و یابس جمع کر دیا گیا ہے، ضرورت ہے کہ لائق مؤلف اس کی طبع ثانی مین نہایت توجہ سے نظر ثانی کرین، کتاب مین چند تصویرین بھی ہین۔

ناشرین کتب کو اطلاع:- افسوس ہو کہ کثرت مطبوعات کے باعث ہم اپنے وعدون کے باوجود ۳۱ء کے اختتام تک بہت سی کتابون کے تبصرے سے سبکدوش نہین ہو سکے اس لئے سال رواں کے آغاز سے عارضی طور پر طے ہوا تھا کہ ان صفحات کو دو چند کر دیا گیا ہی اب امید ہے کہ دو تین مہینون کے اندر ۳۱ء تک کی تمام موصولہ کتابون پر تبصرے شایع ہو جائینگے، "سید ریاست علی ندوی سب اڈیٹر"

جلد بست و نہم ۲۹ | ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء | عدد ۲

مضامین

موحدون کی عید

دنیا مین ہر مذہب و ملت نے سال کے مختلف دنون کو قومی و مذہبی خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے چن لیا ہے، اور چونکہ ہر مذہب و ملت کا نقطۂ نظر یکسان نہین، اس لیے ان دنون کے انتخاب اور تعین مین بھی یکسانی نہین، یہودیون کے دن الگ ہین، عیسائیون کی تاریخین دوسری ہین، ہندون کے تہوار اور ہین اور مجوسیون کے ایام جشن خاص ہین، اسی طرح مسلمانون کی عیدین بھی سب سے علحدہ ہین،

ان عیدون اور تہوارون کا ایک عمومی مقصد تو یہ ہے کہ ملت کے الگ الگ افراد اور خاص خاص خاندانون کو گو سال کے مختلف دنون مین خوشی و مسرت کے سامان پیش آتے ہین، مگر صورت حال یہ ہے کہ زید کو خوشی ہے تو عمر کو نہین، بکر کے گھر شادی ہے تو خالد کے گھر غم، ایک گھر سے انبساط کے نغمے بلند ہو رہے ہین، تو دوسرے گھر سے صدائے ماتم، غرض فطری طور سے انسانون کی قسمت مین یہ نہین ہے کہ زید کی خوشی پوری قوم کی خوشی بنجائے، اور بکر کی مسرت پوری ملت کی مسرت کا باعث ہو جائے، اس لیے جماعتی اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ سال مین کچھ دن ایسے مقرر کیے جائین جنمین تمام افراد علی علحدہ شخصیتون کے احوال کا لحاظ کئے بغیر خوشی و مسرت کا عام اظہار کر سکین، اور اسطرح قومی و ملی وحدت کا سمان مجسم ہو کر انکھون کے سامنے آجائے،

دوسرا مقصد ان تہوارون کا یہ ہوتا ہے کہ واقعات خواہ چھوٹے ہون یا بڑے وہ بہرحال کسی نہ کسی دن واقع ہوتے ہین، جب کسی دن مین کوئی ایسا تاریخی واقعہ کسی قوم و ملت مین پیش آتا ہے جس کو یاد رکھنا اس کی اپنی قومی و ملی زندگی کے لیے ضروری ہوتا ہے، تو اس دن کو یوم عید روز جشن اور تہوار کا دن مان لیا جاتا ہے، تاکہ سال بسال اس کی یاد تازہ ہوتی رہے،

یہی دونون مقصد مسلمانون کی عید مین بھی پنہان ہین، مگر سوال یہ ہے کہ اس کے لیے کون سے دن منتخب کیے جائین، ہندوستان کے تہوارون پر غائر نظر ڈالو تو ظاہر ہوگا کہ اس نے اس کے لیے عجائبات قدرت اور زمین و آسمان کے فطری انقلابات کو زیادہ تر اپنی خوشی و مسرت کے اظہار کے لیے اختیار کیا ہے، زمین کے موسمون کے تغیرات اور آسمان کے سورج اور چاند کی حرکات کو اپنی خوشی کے اوقات بنائے ہین، جاڑا شروع ہوا تو ایک تہوار، گرمیون کا آغاز ہوا تو ایک تہوار، برسات ہوئی تو ایک تہوار، ساتھ ہی سورج گرہن اور چاند گرہن اور دوسرے ارضی و سماوی انقلابات اس کے تہوار کے دن ہین،

مجوسیون کے ہان دوسرے تمام ارضی و سماوی انقلابات و تغیرات کو چھوڑ کر صرف نیر اعظم کی عظمت اور یادگار ان کے ایام جشن صرف خورشید انور کی نیرنگیون کے نذر ہین، نوروز کے جشن، نئے سال کا آغاز اور بہار کے دن ہین،

یونانیون، رومیون، مصریون، اور دوسری بت پرست قومون مین تہوار کے یہ دن ان کے علم الاصنام اور متھالوجی کے قصون کی مناسبت سے تھے، اور انھین کی محرف نقل رومی عیسائیون نے اتاری، اور ان کو حضرت عیسیٰؑ کے یادگاری دنون سے نسبت دیکر کرسمس، نیو ایرس ڈے، اور ایسٹر بنالیے، حالانکہ ان دنون کو تاریخی حیثیت سے حضرت عیسیٰؑ سے دور کی نسبت بھی نہین، یہ وہی رومی بت پرستون کے تہوار کے دن ہین جنکو اپنے خدا کے بیٹے کے لیے بھی انھون نے اختیار کر لیا،

یہودیون کی اکثر عیدین خوشی کے بجائے غم کے دن ہین، اور ان کی حیثیت کفارہ کی ہے، وہ جسطرح مہینہ کا ہر ساتوان دن ان کا سبت تھا، اسی طرح سال کا ساتوان مہینہ ان کی یادگار اور کفارہ کا سال تھا، اس کی مختلف تاریخون مین وہ روزے رکھتے، اپنے کو غمزدہ بناتے، اور قربانی جلاتے تھے، پھر سات دن تک خوشی مناتے تھے، یہ روزے اور یہ غم اور یہ خوشی کے مظاہر سب کے سب سرزمین مصر سے نجات کی یادگار مین تھے جیسا کہ تورات سفر احبار کی تیسوین فصل مین اس عید کے تمام مراسم اور احکام کی تفصیل کے بعد آخر مین ہے [1]

[1] تاکہ تمھاری نسل در نسل جانین کہ جب مین بنی اسرائیل کو زمین مصر سے نکال لایا تو مین نے خیمون مین آباد کیا

مین خداوند تمھارا خدا ہون، سو موسیٰ نے بنی اسرائیل سے خداوند کی عیدون کا ذکر کیا"

اسلام نے اپنی عید موسمون کے تغیر، اجرام فلکی کے انقلاب ستارون کے طلوع وغروب اور سورج اور چاند کے مختلف برجون مین ہبوط وصعود کو نہین قرار دیا کہ یہ تمام مراسم بت پرستیون اور ستارہ پرستیون کے علامات تھے اور مخلوق کو مخلوق کو خدا بنانے کے نشانات تھے، اسکا مذہب مادہ پرستی سے ماورا تھا، وہ دنیا مین دائمی توحید کا آوازہ بلند کرنے کے لیے آیا تھا، وہ خدائے واحد کا پرستار تھا، اور اس کے سوا آسمان وزمین کے کسی سورج، کسی چاند، کسی موسم، کسی درخت اور کسی پتھر کو اپنا معبود نہین بناتا تھا، اس نے اپنے لیے کسی تاریخی فتح وقومی نجات کے دن کو بھی اس کے لیے منتخب نہین کیا، روز ہجرت بھی اس کی عید کا دن نہین، بدر کا یوم الفرقان بھی اس کی عید نہین، بلکہ فتح مکہ کا دن بھی اسکا تہوار نہین،

اس نے اپنی ملت کی عمومی خوشی ومسرت کے لیے وہ دن مقرر کیا جو اس کی خیر وبرکت اور نزول وحی کے مہینہ (رمضان) کے ختم کے بعد آیا، تاکہ خود قرآن بھی اس کا بت نعوذ باللہ نہ ہوجائے، اسلام کی عید، خوشی ومسرت کی عید ہے، شکرانہ کی عید ہے، تکبیر وتہلیل کی عید، سجدۂ عبودیت کی عید ہے مگر کس خوشی کے واقعہ کے لیے؟ کس مسرت کے پیغام کیلئے؟ اس واقعہ مسرت اور پیغام خوشی کے لیے کہ خدائے واحد نے اپنے موحدون کو اپنے پیام سے سرفراز فرمایا، اس ظلمتکدہ مین ان کو نور بخشا، بت، ستارہ پرستی، مخلوق پرستی اور دوسری ہر قسم کی باطل پرستیون کی ضلالت سے نکال کر توحید کی ہدایت عطا فرمائی، قرآن پاک مین ہے،

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن
ھدی للناس وبینات من الھدی
والفرقان، فمن شھد منکم الشھر
فلیصمہ، ومن کان مریضا او علی
سفر فعدۃ من ایام اخر، یرید اللہ
بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس مین قرآن لوگون کے
لیے ہدایت اور حق وباطل مین تفریق کی دلیل
بنکر اتارا گیا، تو جو کوئی اس مہینہ کو پاوے تو
چاہئے کہ وہ مہینہ روزہ مین گذارے، اور
جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنون مین گنتی
پوری کرے، خدا تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے

العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم
ولعلکم تشکرون، واذا سألک
عبادی عنی فانی قریب، اجیب
دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا
لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون۔
(بقرہ ۲۳)

سختی نہین، اور تاکہ تم گنتی پوری کرلو اور تاکہ اس ہدایت
کے ملنے پر تم خدا کی بڑائیان بیان کرو، اور
تاکہ تم شکر ادا کرو، اور جب میرے بندے
میری نسبت پوچھتے ہین تو مین ان کے
قریب ہی ہوتا ہون اپنے پکارنے والے کی
پکار کا جواب دیتا ہون جب وہ مجھے پکارتا ہے
تو چاہئے کہ لوگ مجھ جواب کے لیے پکارین، اور
مجھ پر یقین رکھین تاکہ وہ ہدایت پائین،

اس کے بعد پھر قرآن مین روزے کے احکام شروع ہوتے ہین، ان کی آیتین آتی ہین، ان اوپر کی مذکورہ آیتون مین بڑی وضاحت کے ساتھ یہ ظاہر کردیا گیا ہے کہ رمضان، قرآن، پیام توحید، نزول ہدایت، اور عطائے رہنمائی کے یادگار اور شکریہ کے لیے اور اس لیے کہ روزون کی گنتی کامل ہونے کے بعد خدا کی بڑائی اور شکریہ کا مظاہرہ کیا جائے، اور اس کو پکارا جائے جو ہمارے قریب ہی سے ہمارے دلون کی آوازین بھی سنتا ہے، یہی موحدون کا روز عید اور یوم مسرت ہے،

یہی سبب ہے کہ عید کے دن نماز کے راستون مین اور خود نماز مین سب سے زیادہ جس حکم کی تعمیل ہوتی ہے وہ لتکبروا اللہ علی ما ھداکم (تاکہ تم خدا کے اس ہدایت دینے پر اس کی تکبیر (بڑائی) کہو،) دیکھو عیدگاہ کے راستہ بھر مسلمان اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد، (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہین، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے سب خوبیان اسی کے لیے ہین) کی صدائین بلند کرتے جاتے ہین، ہر نماز مین ایک ایک دفعہ تکبیر ہے تو عید کی نماز مین ہر رکعت مین چھ چھ دفعہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہین کہ لتکبروا اللہ کی تعمیل ہو،

اسلام نے اپنی عید کے لیے دنیا کی تمام قومون اور ملتون کے برخلاف شمسی تاریخ کا دن نہین اختیار کیا
کہ وہ یکسان طور سے واقع ہو سکے، یہ اس لیے تاکہ ستارہ پرستون اور آفتاب پرستون اور موسم پرستون کے
بالکلیہ برخلاف موحدون کی عید کا روز کسی ایک متعینہ شمسی یا قمری حرکت کا وقت نہ ہو، اور باطل پرستی کی ہر علامت
اور نشان سے وہ پاک وصاف ہو، (یہ نکتہ معلوم رہے کہ قمر کی حرکت آفتاب کی طرح ہمیشہ یکسان نہین رہتی)
دوسری ملتون کی طرح اس نے اپنی عید کو خوش گوئی، رنگ بزی، آتش افروزی اور جشن نوروزی کا مظہر نہین
بنایا، بلکہ صرف اسی خدائے واحد کی پرستش، اس کی بڑائی کے اظہار، اور اس کی تکبیر کی بلندی کا موحدون کی عید
کی شان یہی ہو اور اُن کی خوشی کا جشن اسی مین ہے کہ سب مل کر اس کے آگے سربسجود ہون، اور اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کا نعرہ بلند کرین،

یہ موحدون کی عید کا وہ سمان تھا، جو اس کے عہد اول کے نگارستان مین آج بھی نظر آتا ہے مگر اس پورے جوش
کے بعد جب آج کے مسلمانون کی کثرت پرستی پر نظر پڑتی ہے تو عید کی خوشی، محرم کے غم سے بدل جاتی ہے،

موحد اسلاف کے بیٹون نے وہ کونسا در ہے جسکو خدا کا در نہین بنا لیا ہے، اور وہ کونسا دن ہے جس کو کسی بزرگ
کی نسبت سے دینی عزت نہین بخشی ہے، اور وہ کون سی پکی عمارت ہے جس کو انھون نے اپنا سجدہ گاہ نہین بنایا،

اسلام زندہ خدا کا، زندہ پیام تھا، مگر ہم نے اب اس کو صرف "مردہ خداؤن" کے مردہ رسوم نیاز و عقیدت
کا حریف بنا لیا ہے، اور اب جب کبھی ہمارے مقرر و محرر پورے جوش و خروش سے غیر مسلمون کے سامنے اسلام
کا اصول پیش کرتے ہین تو وہ مسلمانون کے عمل کو پیش کر کے ان کو نادم و شرمندہ بنا دیتے ہین، عزیزان توحید
صرف زبان کے کلمہ سے نہین بلکہ دل کے یقین اور اعضاء کے عمل سے اپنی توحید کا اعلان کرو، اللہ اکبر اللہ
اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد،

مقالات

خان اعظم تاتار خان
اور
اسکی یادگار علمی خدمات

از

سید ریاست علی ندوی رفیق دار المصنفین،

ہندوستان مین عہد مغلیہ سے پہلے کی اسلامی تاریخ کے جو دور گذرے ہین، ان کی یاد بس اب اسی قدر
باقی رہ گئی ہے، کہ وہ درۂ خیبر سے گھوڑے بڑھا کر آئے اور ملک کو تاخت و تاراج کر کے مال غنیمت سے لدے پھندے
خیمہ و خرگاہ سمیٹے کابل سے پار اتر گئے، اور پھر جب دلی کی تسخیر کے بعد حکومت کے نائبین کے قیام کا دستور جاری
ہوا اور اس کے بعد جب فرمانروایان ہند کے مختلف خاندان برسر حکومت آتے گئے، تو یہ لوگ بھی بجز اس کے
کہ برّ اعظم ہند کے مختلف صوبون پر فوج کشیان کر کر کے نذرانے وصول کرنے، بغاوتون کو فرو کرنے، ہر سال
جزیہ وصول کرنے کی مہمون پر جانے، اور ایک شہر کو اجاڑ کر دوسرے شہر آباد کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے،

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے اس دور اول یا زمانہ وسطی کے متعلق یہ جو کچھ خیالات ہین، اس کا اصل
باعث بڑی حد تک یہ بھی ہے کہ ہندوستان مین اسلامی تہذیب و تمدن، علوم و آداب، اور فنون جمیلہ وغیرہ
کی جن ترقیون کا ذکر ہمارے سامنے بار بار آتا ہے، وہ سب عہد مغلیہ ہی سے تعلق رکھتی ہین، اس لئے چند ماہ پیشتر

خیال آیا تھا کہ اب ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے اس عہد تاز کی طرف بھی توجہ کیجائے چنانچہ اسی سلسلہ میں
بیشتر معارف میں ایک مقالہ "ہندوستان آٹھوین صدی ہجری میں" پیش کیا گیا تھا جو اس عہد کی رزمیہ داستا[ن]
بجائے اس زمانہ کی تمدنی ترقیون کا ایک سرسری مرقع تھا، اور آج اسی سلسلہ مین اس عہد کے ایک نامور کا [ذکر]
کیا جاتا ہے، جو گوناگون حیثیتون سے ہماری عزت و تعظیم کا مستحق ہے، وہ عالم، فاضل، صوفی، شاعر، مدبر، [با]
سپہ سالار، اور علوم و فنون کا سرپرست بیک وقت تھا،

تاتار خان

عہدِ عالمگیر کی یادگار تالیف فتاویٰ عالمگیری کا نام آج زبان زدِ خاص و عام ہے، لیکن "فتاویٰ
تاتارخانیہ" کا نام باوجودیکہ زبانون پر آتا ہے، لیکن اس کے نام کے التباس سے اس کے تاتاریون کی یادگ[ار]
کا شبہ ہوتا ہے، حالانکہ جس طرح فتاویٰ عالمگیری دلّی مین ترتیب پائی، بالکل اسی طرح اس سے صد[یون]
بیشتر فتاویٰ تاتارخانیہ اسی دلّی ہی مین تاتار خان کی فرمایش سے جو سلطان فیروز شاہ بن سپہ سالار رج[ب کے]
ممتاز ترین ارکان سلطنت مین تھا، ترتیب پا چکی تھی،

حسب و نسب

تاتار خان نسلاً ترک تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کے آباو اجداد خراسان کے تختِ شاہی کے مالک [تھے]
اس کی قسمت اس کو کشان کشان ہندوستان کھینچ لائی، اور پیدایش کے بعد ہی جب اس کی آنکھ کھلی تو [اپنی ماں کی]
گود سے الگ ہو کر ایک اتفاقی واقعہ سے فرمانروائے خراسان کے محل کے بجائے فرمانروائے ہندوستان
غیاث الدین تغلق شاہ کے محل مین جا پہونچا، اور یہین اس کی پرورش ہوئی، شمس سراج عفیف مصنف [تاریخ]
فیروز شاہی کا بیان ہے کہ "فرمانروائے خراسان نے سلطان غیاث الدین تغلق غازی کے عہد مین حکومت [کی]
ولایت ملتان و دیبالپور پر تاخت کی، شاہ خراسان کے ساتھ اس کی حبشی بیگم بھی لشکر کے ہمراہ آئی تھی
وقت کہ اسی سفر مین تاتار خان کی پیدایش کا وقت بھی آ پہنچا، جب غیاث الدین تغلق کو اس خراسانی [فوج کا]
حال معلوم ہوا، تو اس نے بھی مدافعت مین پیشقدمی کی، اور دشمنون کے قریب پہونچ کر ان پر شبخون [کی]
مارا، تاتار خان اسی دن پیدا ہو چکا تھا جب شبخون کی گھبراہٹ سے خراسانی لشکر مین بھگدڑ مچی اور میدا[ن]

فوج سے خالی ہوگیا تو یہ خوبصورت بچہ میدان ہی مین پڑا ملا، لوگ اس کو اٹھا کر سلطان کے پاس لے آئے، بچہ صورت
شکل مین اچھا تھا، سلطان کو پسند آگیا، محل مین اس کی پرورش کا حکم جاری ہوا، تاتار ملک نام پڑا، اور شاہی
خانوادہ کے بچہ کے طور پر اس کی پرورش ہونے لگی،

نشو و نما

تاتار ملک سلطان تغلق (۷۲۱ھ تا ۷۲۵ھ) کے عہد مین خورد سال رہا، اس کے بعد جب سلطان محمد تغلق
(۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) کی حکومت کا عہدِ شباب تھا تو یہ بچہ بھی جوان ہو چکا تھا، تعلیم و تربیت شاہی خاندان کے بچون
کی طرح ہوئی تھی، جوان ہونے پر فنِ سپہ گری مین نہایت طاق نکلا، اور فوج کے کسی معزز عہدے پر سرفراز
ہو کر لڑائیون مین شرکت کرنے لگا، اور رفتہ رفتہ اپنی بہادری، دلاوری اور سپہ گری سے سارے لشکر مین تفوق
حاصل کر لیا، اور سلطان محمد تغلق اس کے کارنامون کے باعث دل سے اس کا قدردان بن گیا، اور ارکینِ دولت
مین اس کا شمار ہونے لگا، چنانچہ محمد تغلق کے دور مین ایک طرف امورِ مملکت مین شریک رہا، تو دوسری طرف
رزمگاہون مین پہونچ کر معرکے جیتے[1]، اور خصوصاً ان تمام لڑائیون مین جنمین محمد تغلق نے بہ نفسِ نفیس خود شرکت
کی، ملک تاتار اکثر اس کے ہمرکاب رہا،

امیر الامرائی

یہان تک کہ جب محمد تغلق کے سفرِ آخرت کا وقت آیا، اور اثنائے سفر مین وفات پائی تو امرائے دولت
نے اس کے بجائے اس کے بھتیجے فیروز بن سپہ سالار رجب کو اورنگِ حکومت پر بٹھانا چاہا، ان مین تاتار ملک
بھی شریک تھا، اور فیروز کے تختِ شاہی قبول کرنے سے انکار کرنے پر تاتار ملک ہی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی
تخت کی جانب کھینچنا شروع کیا، اور بالآخر اسی کے اصرار سے اس نے اس منصب کو قبول کیا، اور اس سے چند لمحون کی فرصت
لیکر دوگانہ شکر ادا کیا، اور اس کے بعد تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا[2]،

سیاسی و جنگی کارنامے

فیروز شاہ کی تخت نشینی کے وقت تاتار ملک کو امورِ مملکت مین نہایت رسوخ حاصل تھا،
اور درحقیقت فیروز شاہ کی طرفداری مین اس کے آجانے سے اس کے تختِ شاہی کو استوار کرنے مین اس کے

[1] تاریخ فیروز شاہی ازص ۴۸۰ تا ۴۹۰، [2] ایضاً ص ۴۶،

زبردست ہاتھ بھی کام کر رہے تھے اس کا احساس اس زمانہ مین تمام امرائے دولت کو بھی بخوبی تھا، چنانچہ فیروز
کے شاہی قبول کر لینے کے بعد جب دلی مین محمد تغلق کے خان جہان نے ایک خورد سال لڑکے کو محمد تغلق کا لڑکا
کر کے تخت شاہی پر بٹھا دیا، اور پھر اپنی ناکامی کے بعد جب اپنی معذرت پیش کی تو اس مین صحیح یا غلط اس نے
بیان کیا کہ اس کو فیروز شاہ اور اس کے دست راست تاتار ملک کے متعلق یہ خبر ملی تھی کہ وہ دونون مغل یا غلو
سے خوف کھا کر فرار ہو گئے ہین، اور اسی لئے عارضی طور پر اس نے تخت دلی کو سنبھالنے کے لئے اس بچہ کو
سامنے کر دیا،[1]

تاتار ملک سے فیروز شاہ کو بھی غایت درجہ اخلاص تھا، تمام امور مملکت مین یہ شریک و دخیل رہتا، کو
شاہی کام ایسا نہ تھا کہ اس مین اس سے مشورہ نہ کر لیا جاتا، شمس سراج عفیف لکھتا ہے:۔

"حضرت فیروز شاہ را بر تاتار خان دولتخواہ اعتماد کلی بود، در امور ملکی مبشتر احوال حضرت خسرو
خوشخصال مشورت با تاتار خان کردی والبتہ حضرت فیروز شاہ با اوج جاہ بر رائے تاتار خان نیکخواہ
کارہائے مملکت و کردار ہای سلطنت بپرداخت رسانیدی، خان مذکور چون دوستداران مشہور
مخلص و ہوا خواہ حضرت فیروز شاہ بود، صلاحیت بسیار داشت، حضرت اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ
ذات او را بانواع آراستگی آراست"[2]

اسی کے ساتھ اس کے ظاہری اعزاز و اکرام کا بھی خاص لحاظ رکھا، سلطان محمد تغلق کے عہد مین یہ "در
ملوک" کی صف کے امرا مین تھا، فیروز شاہ نے "تاتار خان" اور "خان اعظم" کا خطاب دیا، پھر دیگر امرائے دولت سے
اس کے امتیازات زیادہ قایم کئے، مثلاً جب خطاب دیا گیا تو "چتر قطیفہ" بھی بارگاہ سلطانی سے عطا ہوا، اس
چتر کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ تمام امرائے دولت مین سے صرف اسی کے چتر مین "ہمائے زرین" کے بجا
"طاؤس زرین" لگانے کا اعزاز عطا کیا گیا تھا، حالانکہ یہ طاؤس زرین اس زمانہ مین صرف سلاطین کے چتر کی

[1] تاریخ فیروز شاہی ص ۵۱، ۵۲ [2] ایضاً ص ۳۹۰

ایک مخصوص نشانی سمجھی جاتی تھی،

تاتار خان باوجودیکہ خانجہان یعنی وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز نہین تھا کہ وہ صاحب قلم سے زیادہ صاحب السیف
کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن اس کے باوجود دربار اور درون محل اور بیرون محل شاہی مین امرا و عہدیدارون
کی جو نشستین متعین تھین، ان مین سب سے اعزازی نشست یعنی تخت کے داہنی جانب کی جگہ تاتار خان کے لئے
مخصوص تھی، حالانکہ دربار کے آداب و قوانین کے رو سے اصولاً یہ جگہ خانجہان کے لئے مخصوص ہوتی تھی، اور برزمانہ
مین اسی پر عملدرآمد رہا، مگر عہد فیروز شاہی مین یہ صرف تاتار خان کی ذاتی وجاہت تھی کہ اس کو اعزاز و اکرام مین
وزیر سلطنت سے بھی ممتاز رکھا گیا، اور تا حیات وہ سلطان فیروز شاہ کے داہنی پہلو پر بیٹھتا رہا، اور اس کے انتقال
کے بعد جب وہ جگہ خالی ہوئی تو پھر وہ خانجہان ہی کے حصہ مین آئی، اور یہ امتیاز خوانین مین سے کسی دوسرے
کو حاصل نہین ہوا،[1]

تاتار خان جب تک زندہ رہا، فیروز شاہ کا یہی برتاؤ اس کے ساتھ قائم رہا، یہ لڑائیون مین ہمیشہ شرکت
کرتا تھا، اور عہد فیروز شاہی کے باکمال دلاورون مین شمار کیا جاتا تھا، ۷۵۴ھ مین بنگالہ کی مشہور مہم اسی نے
سر کی، اور اس مین اس کی بہادری، دلاوری، دشمنون سے رحمدلی، اور امور مملکت مین اصابت رائے کے جوہر
نہایت نمایان ہوئے،

بنگالہ کی یہ مہم حاجی الیاس الملقب بہ شمس الدین شاہ کے خلاف اختیار کی گئی تھی، لشکر آرائی کے وقت
فیروز شاہ نے قلب کی تیس ہزار فوج پر تاتار خان کو سپہ سالار مقرر کیا تھا، تاتار خان نے فن سپہ گری کے جوہر دکھائے
اور گھمسان کی لڑائی کے بعد میدان اس کے ہاتھ مین آگیا، اس کے بعد جب شمس الدین شاہ فرار ہوا تو تاتار خان
شرودست اکدالہ تک اس کے پیچھے تعاقب کرتا چلا گیا، جب شمس الدین کے قریب پہونچا تو للکار کر کہا:۔

"اے شمس سیاہ رو کجا میروی مرد را می بایست کہ بروی مردان پشت ندہد، زمانے ایستادہ شو

[1] تاریخ فیروز شاہی ص ۳۹۰-۳۹۱، ۲۸۶،

تا قوت بجائے فیروز شاہی می بینی"

اس کے بعد تاتارخان اس کے سر پر اس طرح جا پہونچا کہ ایک ہی حملہ مین اس کا کام تمام کر سکتا تھا
محض اپنی رحمدلی اور پاکیزہ اخلاق سے اس پر تلوار اٹھانے کے بجائے، ہاتھ کھینچ لیا اور شمس الدین قلعہ مین
پناہ گزین ہوگیا، جب فیروز شاہ نے شمس الدین پر قابو پا جانے کے باوجود اسے تہ تیغ کرنے سے باز رہنے کا
پوچھا تو جواب مین کہا:-

"بر تاجداران تیغ انداختن کار من نیست"[1]

اخلاقی کمالات، | تاتارخان فطرۃً نہایت عابد و زاہد اور متبع شریعت تھا، احکام شرعیہ کے اوامر و نواہی کا بڑا
پاس رکھتا، اس زمانہ مین خوانین و ملوک کا دستور تھا کہ وہ لڑائیون مین اپنے پہلو بہ پہلو اپنی کنیزون کو بھی
پر سوار کرکے ساتھ لیجاتے لیکن تاتارخان نے یہ روش کبھی پسند نہین کی اور پردہ کے خیال سے ان کے لئے رتھ کا
انتظام کراتا، اور اس کی کنیزین اسی رتھ مین سوار ہو کر لڑائیون مین ساتھ جاتین، شمس سراج عفیف لکھتا ہے:

"در دل خان اعظم و خاقان معظم عالم دین، حاجی و غازی تاتارخان چندان خوف امور شرع بود
کہ چون خان اعظم مذکور در لشکر منصور روان شدی کنیزگان خود را اسپ سوار نبردی، گرد و بہارا بہت
کنانیدہ بود کہ آنرا بزبان ہندی "بہر کر" گویند خان مذکور برلے ستر آنرا تخت پوش کنانیدہ بود د
مانند حجرہ ساختہ کنیزگان را درون گردونہا قفل میکردند تا نظر نامحرم بر ایشان نہ فتد زہے احتیاط کہ
تاتارخان اہل برکات داشت ہمہ افعال پسندیدہ و خصال ستودہ در ذات تاتارخان مرکب بود"[2]

اس عہد مین امرائے دولت مین شراب نوشی کا عام چرچا تھا مگر اس نے شراب کا پیالہ کبھی منہ سے نہین لگایا، سلطان فیروز
کے دل پر اس کی اس پاکباز زندگی کا گہرا نقش تھا، کیونکہ یہ اپنی طبیعت سے مجبور ہو کر کبھی کبھی فیروز شاہ کو بھی
امور سکار تکاب پر ٹوک بھی دیتا تھا،

[1] تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۰۹ تا ۲۱۹ و ۲۸۷، [2] ایضاً ص ۳۹۳ و ۳۹۴،

سلطان فیروز شاہ پہلے شراب کا سخت عادی تھا، اتفاق سے تخت نشینی کے بعد جب ہانسی آیا تو نماز جمعہ
کے بعد شیخ الاسلام قطب الدین کی زیارت کو گیا، تاتارخان بھی سلطان کے ہمراہ تھا، شیخ الاسلام سے اور ان دونون سے
مصافحہ کے بعد سلسلۂ گفتگو شروع ہوا، شیخ الاسلام نے اثنائے گفتگو مین سلطان کو ترک مینوشی کی نصیحت کی، اور
سلطان نے بہ اقرار صالح شیخ الاسلام کے سامنے شراب نوشی سے توبہ کرلی، لیکن کچھ زمانہ گذرنے کے بعد سلطان
اس عہد پر قائم نہین رہا، اور اس کی مجلس مین کبھی کبھی جام شراب کا دور چلنے لگا، مگر تاتارخان کی طبیعت سے
آگاہ تھا، اس لئے اپنی عادت کو اس سے ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتا رہا،

لیکن تاتارخان اس کے سفر و حضر کا حاضر باش تھا، اس لئے اس سے یہ راز کب تک نہان رہتا، چنانچہ
ایک مرتبہ سلطان ۷۶۰ھ ۱۳۵۹ء مین لکھنوتی جا رہا تھا، اثنائے راہ مین ایک جگہ قیام ہوا، اتفاق سے ایک دن اثنائے راہ
ہی مین بارگاہ سلطانی مین صبح کے وقت سلطان کے ہم مشرب مصاحبین کا اجتماع ہوا، مجلس مین رنگ برنگ
کی مختلف قسم کی شرابون کا اہتمام تھا، سلطان نماز صبح اور اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر شراب کا پیالہ منہ سے
لگانا ہی چاہتا تھا کہ ناگاہ دروازے پر تاتارخان کی آمد کی خبر ملی، لوگون نے سلطان کو اس سے آگاہ کیا، وہ
یہ سنتے ہی سخت چین بجبین ہوا، اور ایک سر بر آوردہ امیر فتح خان کو بھیجا کہ وہ تاتارخان کو اس وقت اندر آنے
سے باز رکھے، لیکن تاتارخان کو کوئی اہم مشورہ طلب کرنا تھا، اس لئے فتح خان کی کوششون کے باوجود تاتارخان
واپسی پر رضامند نہین ہوا، آخر سلطان کو چار و ناچار تاتارخان کو اندر آنے کی اجازت دینی پڑی، لیکن
تاتارخان سے یہ راز پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ خاص اہتمام کیا کہ شراب کو مع تمام ساز و سامان کے اپنے پلنگ
کے نیچے رکھوایا اور سب کو ایک چادر سے ڈھک دیا اور اس کے بعد مزید احتیاط کے لئے خود پلنگ سے نیچے اتر کر اسی رخ پر
قالین پر بیٹھ گیا، اس اہتمام کے ختم ہونے کے بعد تاتارخان اندر بلایا گیا اور اسی اہتمام سے اس عظمت کا پتہ چلتا ہے جو
سلطان فیروز شاہ کے دل مین تاتارخان کے بلند اخلاق کی قائم تھی،

مگر سوئے اتفاق سے سلطان کا یہ اہتمام بالکل بے سود ثابت ہوا، اور تاتارخان کے اندر آتے

ہی اس کی نگاہ اسی پلنگ کے نیچے جا پہنچی، اور اس نے خفیہ سامان کا پورا جائزہ لے لیا، اور اسی کے ساتھ
ایک سناٹا چھا گیا، اور اس کی خاموشی سے مجمع میں ایک عام خاموشی چھا گئی، تھوڑی دیر کے بعد تاتارخان نے
پھر سلسلۂ گفتگو چھیڑ کر کچھ نصیحت آمیز پیرایہ میں ذو معنین جملے کہکر سلطان پر چوٹیں شروع کردیں جس پر سلطان
کسی قدر خفت کے ساتھ جواب دیا کہ "اس سے کیا مطلب ہے؟ شاید میری کوئی حرکت پسند نہیں آئی ہو" اس پر تاتارخان
نے نکل کر کہا "پلنگ کے نیچے کچھ علامتیں دیکھ رہا ہوں" اس کے جواب میں سلطان نے اقرار کیا کہ "تاتارخان کبھی
کبھی اس طرف میلان ہوجاتا ہے" اس پر تاتارخان نے پھر نصیحتیں شروع کیں، مگر اب سلطان بہت خفیف ہوچکا
تھا، آخر بشریت غالب آئی، اور کسی قدر برہم لہجہ میں قسم کھاکر یہ انوکھے قسم کا عہد کیا کہ "جب تک تم اس لشکر میں ہو میں
شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا" مگر تاتارخان نے اس کی بھی کوئی پرواہ نہ کی، اور صرف "الحمد للہ" کہکر وہاں سے اٹھ آیا
سلطان کو اس واقعہ میں اس قدر ندامت اٹھانی پڑی کہ اس مرتبہ تاتارخان کا یہ رویہ اس کی طبیعت
پر ناگوار گذرا، اور اس کو اپنے شاہانہ رعب و داب کے خلاف سمجھا، لیکن اس کے باوجود اس نے تاتارخان کو ایک حرف
بھی زبان سے نہیں کہا، اور اس وقت بالکل خاموش رہا، اس کے بعد جب چند دن گذر گئے، اور اس کا اندیشہ
نہیں رہا کہ تاتارخان کو اب کوئی خیال ہوگا، تو اس نے اس سے کہا کہ "حصار فیروزہ میں رعایا پریشان ہے
وہاں جاکر لوگوں میں امن و سکون پیدا کرو" سلطان کا یہ فرمان صرف اس لئے صادر ہوا کہ اس کی غیبت میں
اور شراب نوشی کا موقع مل جائے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تاتارخان پر بھی اپنے اس مدعا کو ظاہر نہ ہونے دیا
سلطان نے اپنی ناراضی کے باوجود اس کا احترام ملحوظ رکھا۔[1]

زہد و ورع و ریاضت روحانی غرض اسی طرح اس کی تمام زندگی نہایت زہد و اتقا سے گذری تصوف کا بھی اچھا
تھا، آخر عمر میں کسب و ریاضت میں مصروف رہتا، اور پھر سلطان سے اجازت لیکر حج و زیارت سے بھی مشرف
شمس سراج عفیف اس کے ذوق تصوف کے متعلق لکھتا ہے:-

۱؎ تاریخ فیروز شاہی ص ۹۰، و ازدہم تا ۱۰۳۔

"از غایت فراوان وجد بے پایان تاتارخان پائے برزوبان عشق نہاد حضرت اللہ تبارک و تعالی
جل جلالہ بقدرت اعلی ابواب شوق در دل او کشاد"

اس کے بعد اس کا ایک شعر جو تصوف کے رنگ میں ہے نقل کرتا ہے:

"چنانچہ خان مذکور خبرداد

گفتی کہ تتار خان دیرینہ غلام تست، اغماز چنان کردی گوئی کہ نمی دانی

مجمع کمالات غرض تاتارخان عہد فیروز شاہی کے ممتاز ترین ارکین میں تھا، اور دنیاوی اعزاز و اکرام میں بلند رتبہ
رکھنے کے علاوہ اپنے بلند و پاکیزہ اخلاق، زہد و اتقا، اور اتباع شریعت میں بھی ایک نمونۂ کمال تھا، یہی وجہ تھی کہ
اگر ایک طرف اپنے فنون سپہ گری اور امور مملکت میں باکمال سمجھا جاتا تھا، تو دوسری طرف مختلف علوم و آداب میں
بھی اس کو وافر حصہ عطا ہوا تھا، چنانچہ آداب امارت کے لحاظ سے اگر شعر و شاعری سے خاص دلچسپی تھی اسی طرح
علوم شرعیہ سے بھی بخوبی آگاہ تھا، اور پھر علم تصوف میں بھی درک رکھتا تھا،

شاعری اس کے شاعرانہ ذوق کا اندازہ ذیل کی ایک غزل سے ہوگا، جو اگرچہ غزل کے رنگ میں ہے لیکن ایک
خاص واقعہ سے متعلق ہے، یعنی سلطان محمد تغلق ایک مرتبہ اس سے کسی بات پر کبیدہ خاطر ہوا تھا، اسی کو منانے کیلئے
یہ غزل لکھی اور اس کو بارگاہ سلطانی تک پہونچایا، اس غزل کے چند شعر یہ ہیں:-

وہ ندانم از کجا رنجیدہ، — بے سبب از دوستان ببریدہ
بانگ نی خوش می زند جانان من — نالۂ بیچارگان نہ شنیدہ
در تو باری ہرگز این عادت نبود — از طریق خود دگر گردیدہ،
گرگناہے کردہ ام ما را ببخش — زانکہ تو چندین گنہ بخشیدہ
از تتار خستہ باللہ العظیم، — نیست جرمی بے سبب رنجیدہ[2]

۱؎ تاریخ فیروز شاہی ص ۳۹۳، ۲؎ ایضاً ص ۳۹۰

علم شرع، اسی طرح اس کے علوم شرعیہ میں دستگاہ رکھنے اور ذوقِ تصوف سے آشنا ہونے کا اندازہ شمس سراج عفیف کے اس بیان سے ہوگا، وہ لکھتا ہے:۔

"تاتارخان در علم شریعت علو بسیار داشت، بقوت شریعت در درگاہ طریقت بحقیقت آراست، برائے ادراک نکات کمال این ہر سہ مقامات کوشش بیش گماشت"

علوم و علماء کی سرپرستی یہی وجہ ہے کہ چونکہ خود باکمال تھا، اس لئے اس کی صحبت میں بھی ارباب کمال کا مجمع لگا رہتا اور ہمیشہ علمی مباحث کے مذاکرے ہوتے رہتے، شمس سراج عفیف لکھتا ہے:۔

"مدام و علی الدوام در صحبت تاتارخان اہل عظام علمائے کرام و مشایخ خوش نام می بودند"

تفسیر تاتارخانی اور فتاویٰ تاتارخانیہ، اس کی انہیں علمی صحبتوں کے نتیجہ میں ہیں، دونوں کتابیں اس کے زیر اہتمام خاص اسی کی فرمایش اور اس کے ذاتی اخراجات سے علماء کی ایک بڑی جماعت کے اشتراک عمل سے ترتیب پائی ہیں،

تفسیر تاتارخانی و فتاویٰ تاتارخانیہ یہ دونوں کتابیں نہایت ضخیم ہیں، اور دونوں ایک ہی نقطۂ نظر کے مطابق ترتیب پائی ہیں، تفسیر تاتارخانی کے ذریعہ سے گویا تمام پچھلی عربی تفسیروں کا ایک مجموعہ تیار کیا گیا، اور ہر آیت کے متعلق قدیم مفسرین نے جو کچھ کہا تھا، سب کو حوالہ کے ساتھ نقل کیا گیا، اور اسی طرح فتاویٰ میں بھی ہر مسئلہ کے متعلق ائمہ و علمائے سلف کے تمام اختلافات مع دلائل یکجا کئے گئے، شمس سراج عفیف تفسیر کے متعلق لکھتا ہے:۔

"تفسیر تاتارخانی کہ در جہان مشہور است آن تفسیر جمع کردۂ تاتارخان بود چنین گویند راویان روایات و حاکیان حکایات کہ تاتارخان خواست کہ تفسیری مفصل مرتب کند تمام تفاسیر را جمع کنانیدہ جماعہ علما را حاضر گردانیدہ در ہر آیتی و کلمہ آن قدر مفسران گذشتہ کہ اختلاف نوشتہ بود

برائے تالیف تفسیر بدل و جان درنشست، و در ہر یک حوالہ بدان صاحب تفسیر کردہ گوئی جملہ تفاسیر در یک تفسیر جمع گردانیدہ، چون آن تفسیر مرتب گذشتہ تاتارخان آن تفسیر را تفسیر تاتارخانی نام دادہ"

اسی طرح فتاویٰ کے متعلق لکھتا ہے:۔

"و ہمچنین خان اعظم طالب دین یک فتاویٰ راست کنانیدہ و آن برین نوع بود کہ جملہ نسخ فتاویٰ شہر دہلی بر خویش جمع کردہ در ہر مسئلہ و در ہر کلمہ کہ اختلاف ہر یک مفتی است در فتاویٰ خود نوشتہ و آنرا فتاویٰ تاتارخانی نام داشتہ و اختلاف ہر یک مفتی حوالہ بصاحب آن فتاویٰ کردہ این چنین فتاویٰ موازی سی جلد مرتب شدہ"[1]

فتاویٰ تاتارخانی کے دو دو نسخے تین تین جلدوں میں بانکی پور اور رام پور کے کتبخانوں میں محفوظ ہیں،

وفات، تاتارخان نے فیروز شاہ کے عہد حکومت ہی میں وفات پائی، معین سال وفات دستیاب نہیں ہوا، لیکن ۵۷۷۵ھ سے بہت پہلے اس کا انتقال ہو چکا تھا، کیونکہ اسی سال ظفرخان حاکم گجرات کے انتقال کے بعد جب اس کا لڑکا دریاخان دہلی میں ظفرخان کے لقب سے آیا تو اس کو سلطان کے بائیں جانب جگہ ملی اور اسی موقع پر شمس سراج عفیف نے لکھا ہے، کہ اس وقت تاتارخان کا انتقال ہو چکا تھا، اور اس کی جگہ خانجہان بیٹھنے لگا، اور خانجہان کی نشست کچھ دنوں خالی رہنے کے بعد پھر ظفرخان کو ملی، اور اس کے انتقال پر اس کے لڑکے دریاخان الملقب ظفرخان کو دیگئی،[2] اس لئے گویا اس کا سال وفات ۵۷۵۲ھ سے ۵۷۷۵ھ کے درمیان کسی سال میں ہوا ہے،

سفر حجاز

اس سفرنامہ میں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اپنے سفر حجاز کے دلچسپ چشمدید حالات جمع کئے ہیں، اور حج و زیارت کے متعلق تمام فقہی معلومات و ہدایات کو جمع کر دیا ہے، ضخامت ۴۱۵ صفحے، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ، قیمت ۶ عہ

"منیجر"

---

[1] تاریخ فیروز شاہی ص ۳۹۲، [2] ایضاً ص ۲۸۶،

لندن مین نماز ظہر اور عصر کے اوقات

از

مولوی قاضی عبد الرحمن صاحب پنشنر وکیل ریاست پٹیالہ

(۱) رسالہ معارف بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء مین صفحہ ۳۲۰ پر بحوالہ رسالہ نگار یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ انگلستان مین جاڑے کے دنون مین نماز ظہر اور عصر کے وقت مین کوئی فرق نہین اور نہ وہان کوئی آدمی نماز ظہر ادا کرسکتا ہے، اس لئے علم الاوقات سے یہ تحقیق کیا جانا ضروری ہے کہ مدیر نگار کا یہ قول صحیح ہے یا غلط،

(۲) نماز ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے بعد فوراً شروع ہوتا ہے اور زوالِ آفتاب اس وقت ہوتا ہے جب دن کا پہلا نصف حصہ ختم ہوکر دوسرا نصف حصہ شروع ہوتا ہے، اس لئے اس وقت کو نصف النہار کا وقت بھی کہا جاتا ہے،

(۳) زوالِ آفتاب کا وقت ہر ایک مقام پر دھوپ گھڑی کے گھنٹون سے دن کے بارہ بجے ہوتا ہے، خواہ وہ مقام یورپ مین ہو یا ایشیا مین یا کسی اور براعظم مین، اس لئے نماز ظہر کا وقت ہر ایک مقام پر ہمیشہ دن کے ۱۲ بجے کے بعد فوراً شروع ہو جاتا ہے،

(۴) زوالِ آفتاب کا وقت مروجہ گھڑی گھنٹون سے ہر ایک مقام پر زیادہ سے زیادہ ۱۲ بجکر ۱۴ منٹ پر اور کم سے کم ۱۲ بجے سے ۱۶ منٹ پہلے ہوتا ہے، جیب گھڑی کے اس وقت کو لوکل مین ٹائم یعنی متوسط وقت مقامی کہا جاتا ہے، اس وقت کے مطابق یورپ و ایشیا کے ہر ایک مقام پر نماز ظہر کا وقت زیادہ سے زیادہ ۱۲ بج کر ۱۵ منٹ پر ماہ فروری مین اور کم سے کم ۱۱ بج کر ۴۴ منٹ پر ماہ نومبر مین شروع ہوتا ہے،

(۵) زمانہ حال مین تمام غیر اسلامی ممالک مین گھڑیون گھنٹون کا وقت اپنے اپنے مقام کے نصف النہار

کے مطابق نہین رکھا جاتا، بلکہ تمام ملک کے لئے گھڑی گھنٹون کا وقت ایک خاص مقام کے نصف النہار کے مطابق رکھا جاتا ہے، اس وقت کا نام سٹینڈرڈ ٹائم یعنی مستند وقت ہے جس کو ریلوے ٹائم بھی کہا جاتا ہے، اسٹینڈرڈ ٹائم کے مطابق ہر ایک مقام پر نصف النہار کا وقت طول بلد کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، انگلستان مین اسٹینڈرڈ ٹائم اس وقت کو قرار دیا گیا ہے جو رصدگاہ گرینچ کے نصف النہار کا ہے، اس لئے انگلستان کے دار الخلافہ شہر لندن مین بھی گھڑی گھنٹون کا وقت گرینچ ٹائم کے مطابق رکھا جاتا ہے، بدینوجہ شہر لندن کا وقت زوالِ آفتاب کہ جس کے بعد فوراً نماز ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے، بغرض توضیح دھوپ گھڑی اور مقامی وقت متوسط اور سٹینڈرڈ ٹائم کے مطابق ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کا اور سب سے چھوٹے دن ۲۲ دسمبر کا نقشہ مندرجہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے:-

نقشہ زوالِ آفتاب بمقام لندن، بابتہ ۱۹۳۲ء

دھوپ گھڑی متوسط مقامی وقت اور اسٹینڈرڈ ٹائم کے مطابق

تاریخہاے ۱۹۳۲ء	دھوپ گھڑی گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	مقامی وقت متوسط گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	سٹینڈرڈ ٹائم گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	تاریخہاے ۱۹۳۲ء	دھوپ گھڑی گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	مقامی وقت متوسط گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	سٹینڈرڈ ٹائم گھنٹہ	منٹ	سکنڈ
یکم جنوری	۱۲	۰	۰	۱۲	۳	۱۳	۱۲	۳	۳۶	یکم اگست	۱۲	۰	۰	۱۲	۶	۱۱	۱۲	۶	۳۴
یکم فروری	۱۲	۰	۰	۱۲	۱۳	۳۵	۱۲	۱۳	۵۸	یکم ستمبر	۱۲	۰	۰	۱۱	۵۹	۵۸	۱۲	۰	۲۱
یکم مارچ	۱۲	۰	۰	۱۲	۱۲	۲۹	۱۲	۱۲	۵۲	یکم اکتوبر	۱۲	۰	۰	۱۱	۴۹	۴۲	۱۱	۵۰	۵
یکم اپریل	۱۲	۰	۰	۱۲	۳	۵۷	۱۲	۴	۳۰	یکم نومبر	۱۲	۰	۰	۱۱	۴۳	۴۰	۱۱	۴۴	۳
یکم مئی	۱۲	۰	۰	۱۱	۵۷	۲	۱۱	۵۷	۲۵	یکم دسمبر	۱۲	۰	۰	۱۱	۴۹	۸	۱۱	۴۹	۳۱
یکم جون	۱۲	۰	۰	۱۱	۵۷	۳۸	۱۱	۵۸	۱	۲۲ دسمبر	۱۲	۰	۰	۱۱	۵۸	۴۱	۱۱	۵۹	۴
یکم جولائی	۱۲	۰	۰	۱۲	۳	۳۸	۱۲	۴	۱										

(۶) نماز ظہر کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد فوراً شروع ہو کر اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ عصر کا وقت شروع ہوتا ہے،

(۷) نماز عصر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سایہ اصلی کی مقدار پر ایک مثل اور بقول دو مثل سایہ اور زیادہ ہو جاتا ہے، اور سایہ اصلی اور سایہ یک مثل و دو مثل کی کیفیت یہ ہے کہ ہر ایک شے کے سایہ کی مقدار سمت الراس سے مرکزِ آفتاب تک کے فاصلہ پر منحصر ہے، جب سمت الراس سے مرکزِ آفتاب تک فاصلہ زیادہ ہوتا ہے تب ہر ایک شے کا سایہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور جب فاصلہ کم ہوتا ہے تب ہر ایک شے کا سایہ بھی کم ہوتا ہے، اس لئے طلوعِ آفتاب کے وقت ہر ایک شے کا سایہ زیادہ سے زیادہ لمبا ہوتا ہے، پھر طلوعِ آفتاب کے بعد افق سے آفتاب کا ارتفاع جس قدر بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر فاصلہ سمت الراس سے مرکزِ آفتاب تک کم ہوتا جاتا ہے، اس طرح پر سایہ اصلی اس سایہ کا نام ہے جو زوالِ آفتاب کے وقت ہوتا ہے، پھر زوالِ آفتاب سے بعد غروب آفتاب تک سمت الراس سے مرکزِ آفتاب تک کا فاصلہ بتدریج زیادہ ہوتا جاتا ہے، اس لئے زوال کے بعد سایہ بھی بتدریج بڑھتا جاتا ہے، اس عرصہ میں جب زوالِ آفتاب کے بعد سایہ بڑھتا جاتا ہے، تب ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب ہر ایک شے کے سایہ کی مقدار سایہ اصلی کی مقدار پر اس قدر اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ ہر ایک شے کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جاتا ہے، اسی مقدار کو اصطلاح فقہا میں یک مثل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور جب سایہ اصلی کی مقدار پر اس قدر سایہ اور زیادہ ہو جاتا ہے کہ ہر ایک شے کے قد کے دو حصوں کے برابر ہو جاتا ہے تب اسقدر سایہ کو اصطلاحِ فقہا میں سایہ دو مثل کہا جاتا ہے،

اس لئے لندن میں کسی تاریخ کو نماز عصر کے شروع ہونے کا وقت دریافت کئے جانے کے لئے یہ معلوم کیا جانا ضروری ہے کہ اس تاریخ کو لندن میں زوالِ آفتاب کے وقت میل شمسی اور فاصلہ سمت الراس سے مرکزِ آفتاب تک کس قدر ہوگا اور سایہ اصلی کی مقدار کس قدر ہوگی، نیز یہ کہ سایہ یک مثل و دو مثل سمت الراس سے مرکزِ آفتاب تک کسقدر فاصلہ ہونے پر ہوگا، بدین غرض نقشہ مندرجہ ذیل میں ان سب امور کو درج کیا جا کر واضح کیا جاتا ہے:

تاریخہائے ۱۹۳۲ء	لندن میں میل آفتاب بوقت نصف النہار			لندن میں فاصلہ سمت الراس سے مرکز آفتاب تک بوقت نصف النہار			لندن میں بوقت نصف النہار ایک فٹ لمبی شے کے سایہ اصلی کی مقدار		لندن میں فاصلہ سمت الراس سے مرکز آفتاب تک بوقت یک مثل			لندن میں فاصلہ سمت الراس سے مرکز آفتاب تک بوقت دو مثل		
	درجے	دقیقے	ثانئے	درجے	دقیقے	ثانئے	فٹ	انچ	درجے	دقیقے	ثانئے	درجے	دقیقے	ثانئے
یکم جنوری	۲۳	۴	۵۹	۷۴	۳۵	۵۹	۳	۷٫۵۶	۷۷	۴۸	۴۸	۷۹	۵۵	۴۴
یکم فروری	۱۷	۲۱	۲۹	۶۸	۵۲	۲۹	۲	۷٫۰۵	۷۴	۲۶	۰	۷۷	۴۳	-
یکم مارچ	۷	۳۳	۱۰	۵۹	۴	۱۰	۱	۸٫۰۲	۶۹	۲۸	۰	۷۴	۴۶	۰
یکم اپریل	۴	۳۴	۱۱	۴۶	۵۶	۴۹	۱	۱٫۸۴	۶۴	۱۴	-	۷۱	۵۸	۰
یکم مئی	۱۵	۵	۵۱	۳۶	۲۵	۹	۰	۸٫۸۵	۶۰	۵	۰	۶۹	۵۷	۰
یکم جون	۲۲	۴	۵	۲۹	۲۶	۵۵	۰	۷٫۷۷	۵۷	۲۵	۰	۶۸	۴۲	۰
یکم جولائی	۲۳	۷	۱	۲۸	۲۳	۵۹	۰	۴٫۶۹	۵۷	۱	۰	۶۸	۳۱	۰
یکم اگست	۱۸	۱	۰	۳۳	۳۰	۰	۰	٫۹۴	۵۸	۵۸	۰	۶۹	۲۵	۰
یکم ستمبر	۸	۱۶	۸	۴۳	۱۴	۵۲	۰	۱۱٫۲۹	۶۲	۴۵	۰	۷۱	۱۴	۰
یکم اکتوبر	۳	۱۲	۲۸	۵۴	۴۳	۲۸	۱	۴٫۹۶	۶۷	۳۰	۰	۷۳	۴۱	۰
یکم نومبر	۱۴	۲۷	۲۵	۶۵	۵۸	۲۵	۲	۲٫۹۲	۷۲	۵۲	۰	۷۶	۴۵	۰
یکم دسمبر	۲۱	۴۹	۳۰	۷۳	۲۰	۳۰	۳	۴٫۱۰	۷۷	۲	-	۷۹	۲۴	۰
۲۲ دسمبر	۲۳	۵۶	۵۹	۷۴	۵۷	۵۹	۳	۸٫۶۸	۷۸	۲	۴۶	۸۰	۵	۳۰

(۸) لندن میں ایک فٹ لمبی لکڑی کا جس قدر سایہ نصف النہار کے وقت لکھا گیا ہے یک مثل کے وقت اسی قدر سایہ سے مقدار سایہ ایک فٹ زیادہ اور دو مثل کے وقت دو فٹ زیادہ ہوگی،

(۹) شہر لندن دار الخلافہ انگلستان کا عرض بلد شمالی ۵۱ درجہ ۳۱ دقیقہ اور طول بلد غربی ۵ دقیقہ ہے، بدین حساب شہر لندن میں نماز ظہر و عصر و مغرب کے شروع ہونے کے اوقات ہر ایک ماہ کی پہلی تاریخ

آلِ سلجوق

...تعلق ایک مجمل ... لئے تاریخ کا تعلم سلاجقہ کے عہد سے اچھی طرح روشناس ہوجا...

کے اور سب سے چھوٹے دن ۲۲ر دسمبر کے نقشہ مندرجہ ذیل میں سٹینڈرڈ ٹائم کے مطابق درج کئے جاتے ہیں،

تاریخہائے سنہ ۱۹۳۲ء	شروع وقت نماز ظہر			شروع وقت نماز عصر یک مثل			شروع وقت نماز عصر دو مثل			مغرب			مقدار وقت ظہر تا عصر یک مثل			مقدار وقت از ظہر تا عصر دو مثل			مقدار وقت از عصر یک مثل تا مغرب			مقدار وقت از عصر دو مثل تا مغرب		
	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ	گھنٹے	منٹ	سیکنڈ
یکم جنوری	۱۲	۳	۰	۱	۵۱	-	۲	۱۵	-	۴	۲	۰	۱	۴۱	۰	۲	۱۱	۰	۲	۱۴	-	۱	۴۴	۰
یکم فروری	۱۲	۱۴	۰	۲	۲۴	۰	۳	۰	۰	۴	۴۹	۰	۳	۱۰	۰	۱۰	۴۶	۰	۲	۲۳	۰	۱	۴۷	۰
یکم مارچ	۱۲	۱۳	۰	۳	۴	۰	۳	۴۸	-	۵	۴۱	۰	۲	۵۱	۰	۳	۳۵	۰	۲	۳۵	۰	۱	۵۱	۰
یکم اپریل	۱۲	۵	۰	۳	۳۷	۰	۴	۳۱	۰	۶	۳۴	۰	۳	۳۲	-	۴	۲۶	۰	۲	۵۶	۰	۲	۲	۰
یکم مئی	۱۱	۵۸	۰	۴	۰	-	۵	۴	۰	۷	۲۴	۰	۴	۲	۰	۵	۶	۰	۳	۲۴	۰	۲	۲۰	۰
[illegible]	۱۱	۵۹	۰	۴	۱۸	۰	۵	۳۱	۰	۸	۸	۰	۴	۱۹	۰	۵	۳۲	-	۳	۵۲	۰	۲	۳۹	۰
یکم جولائی	۱۲	۵	۰	۴	۲۷	۰	۵	۴۱	۰	۸	۲۱	۰	۴	۲۲	۰	۵	۳۶	۰	۳	۵۷	۰	۲	۴۳	۰
یکم اگست	۱۲	۷	۰	۴	۱۷	۰	۵	۲۴	۰	۷	۵۰	۰	۴	۱۰	۰	۵	۱۷	۰	۳	۳۶	۰	۲	۲۹	
یکم ستمبر	۱۲	۱	۰	۳	۴۴	۰	۴	۴۱	۰	۶	۴۸	۰	۳	۴۳	۰	۴	۴۰	۰	۳	۷	۰	۲	۱۰	۰
یکم اکتوبر	۱۱	۵۱	۰	۲	۵۷	۰	۳	۴۵	۰	۵	۳۹	۰	۳	۶	۰	۳	۵۴	۰	۲	۴۴	۰	۱	۵۶	۰
یکم نومبر	۱۱	۴۵	۰	۲	۷	۰	۲	۴۵	۰	۴	۳۴	۰	۲	۲۲	۰	۳	۰	۰	۲	۲۸	۰	۱	۵۰	۰
یکم دسمبر	۱۱	۵۰	۰	۱	۳۷	۰	۲	۱۹	-	۳	۵۶	۰	۱	۴۷	۰	۲	۲۹	-	۲	۱۷	۰	۱	۳۵	۰
۲۲ر دسمبر	۱۲	۰	۰	۱	۳۹	۰	۲	۸	۰	۳	۵۴	۰	۱	۳۸	۰	۲	۸	۰	۲	۱۳	۰	۱	۴۳	۰

(۱) اوقات مندرجہ نقشہ بالا کو ملاحظہ کرنے کے بعد مدیر نگار اگر بدلل طور پر یہ بتلا سکیں کہ اوقات مندرجہ نقشہ صحیح نہیں ہیں تو یہ بتلانا بھی انکا فرض ہوگا کہ ایام سال میں سے وہ کون سے دن ہیں، جب لندن میں نماز ظہر کا وقت شروع نہیں ہوتا اور اگر شروع ہوتا ہی تو وہ وقت اس قدر قلیل ہوتا ہے کہ جس میں نماز ظہر کے صرف چار رکعت فرض بھی تعدیل ارکان کیساتھ پورے نہیں ہو سکتے کہ اسی عرصہ میں نماز ظہر کا وقت ختم ہو کر نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے،

چلتے ہوئے دیکھتے ہین، طاقت و ثروت تہذیب و مدنیت علم و فن، تحقیق و اجتہاد، اخلاق و روحـ
ہر اعتبار سے مسلمانون کی فوقیت و برتری اسی دور کے ساتھ ختم ہوتی ہے، اس کے بعد اگرچـ
اسلامی تہذیب کے چشمے ابلتے رہے، بڑے بڑے علما پیدا ہوئے، بڑے بڑے فاتح اور مدبر اٹھـ
سلطنتین قائم ہوئین، ہندوستان، مصر، روم مین بڑی بڑی پر رونق محفلین گرم ہوئین، مگر
کہ فتنۂ تاتار کی مہلک ضرب کھا کر اسلام کے دل و دماغ اور دست و پا کی قوت اس بری طرـ
ہوئی کہ پھر وہ دنیا کی اجتماعی زندگی مین بالادست اور فرمان روا کی حیثیت برقرار نہ رکھ سکاـ
سے ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ سلاجقہ کی تاریخ اسلام کے آخری عہد زرین کی تاریخ ہے، اور تاریخ عالـ
ایک خاص درجہ رکھتی ہے،

تاریخ سلاجقہ کے ادوار اس عہد کا آغاز پانچوین صدی ہجری کی ابتدا سے ہوتا ہے، اور
ساتھ اس کا خاتمہ ہوتا ہے، کم و بیش تین سو برس کی اس مدت مین سلاجقہ کی قوت بہت سـ
سے گذرتی ہے، ۴۲۹ھ/۱۰۳۷ء سے ۵۵۲ھ/۱۱۵۷ء تک (۱۲۳) سال کا زمانہ ان کا بہترین زمانہ ہے، جسمین طغـ
ملک شاہ، برکیارق، محمد اور سنجر فرمان روا تھے، یہ لوگ تاریخ کی زبان مین سلاجقہ عظام کہلاتےـ
بعد یہ عظیم الشان سلطنت منتشر ہو جاتی ہے، اور مختلف اسلامی ممالک مین کچھ سلجوقی غلام اور کـ
شہزادے، اپنی خود مختار ریاستین قایم کر لیتے ہین ان مین سے خالص سلجوقی ریاستین کرمان، عرـ
اور روم کی ہین، جنکو علی الترتیب سلاجقہ کرمان، سلاجقہ عراق، سلاجقہ شام اور سلاجقہ روم کہا جـ
ریاستین سلاجقہ عظام کے عہد مین مختلف تاریخون سے شروع ہوتی ہین، اور مختلف تاریخون
ہین، جن کی کیفیت ذیل کے نقشے سے معلوم ہو سکتی ہے،

سلاجقہ عراق و کردستان	۵۱۱ھ / ۱۱۱۷ء	۵۹۰ھ / ۱۱۹۴ء	
سلاجقہ شام	۴۸۷ھ / ۱۰۹۴ء	۵۱۱ھ / ۱۱۱۷ء	
سلاجقہ کرمان	۴۳۳ھ / ۱۰۴۱ء	۵۸۳ھ / ۱۱۸۷ء	۱۵۰ برس
سلاجقہ روم	۴۷۰ھ / ۱۰۷۷ء	۷۰۰ھ / ۱۳۰۰ء	۲۳۰ برس

انھین بڑے اور چھوٹے سلجوقیون کے زمانہ کی حالت اس کتاب کا موضوع سخن ہے، لیکن مورخانہ ذوق
ـت سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ کی پچھلی اور اگلی کڑیون کو جوڑنے کے لئے یہ بتا دیا جائے
ـقہ نے کن سے ملک پایا اور کن کے لئے اس کو چھوڑ گئے؟ نیز یہ کہ دولت سلجوقیہ کے قیام کے وقت اسلامی
ـیاسی حالت کیا تھی؟ سلجوقیون کے آنے سے اس مین کیا تغیر ہوا؟ ان کی سیاست کے خاص اور نمایان
ـین؟ اور منظر تاریخ سے رخصت ہوتے وقت انھون نے اسلامی دنیا کو کس حالت مین چھوڑا؟ ان
ـے متعلق ایک مجمل بیان پڑھ لینے سے تاریخ کا متعلم سلاجقہ کے عہد سے اچھی طرح روشناس ہو جائیگا،
ـکی داستان کو بخوبی سمجھ سکے گا،

ـباسیہ کا انحطاط معلوم ہے کہ عباسیون نے سلطنت حاصل کرنے کے لئے عرب کے خلاف عجمیون
ـمال کیا تھا، اور انھین کی مدد سے اموی خلافت کو مٹا کر ہاشمی خلافت قائم کرنے مین کامیاب
ـھے، یہ عجمی عنصر ابتدا مین تو عباسی خلفا کی پشت پناہ تھا، مگر آگے چل کر اس مین عرب کے
ـبیت کی اسپرٹ پیدا ہو گئی (یا یون کہئے کہ ابھر آئی) اور بڑھتے بڑھتے اس نے اتنی قوت پیدا
ـہ اہل عجم خسرو پرویز اور نوشیروان کے عہد کے خواب دیکھنے لگے، مامون اور امین کی باہمی خانہ جنگی
ـربی اور عجمی عنصر بالکل دو مقابل کے عنصر تھے، اور گویا مامون و امین کے لئے نہین بلکہ ـ اور
ـبیت کے لئے لڑ رہے تھے، معتصم کے عہد تک پہنچتے پہنچتے ان کی باہمی کشمکش اور توڑ جوڑ نے
ـت کے لئے ایک نمایان خطرہ پیدا کر دیا، اور عنان سلطنت ہاتھ مین لیتے ہی اس کے سامنے سب سے
ـور سب سے اہم جو مسئلہ پیش ہوا وہ یہی تھا کہ ان دو متضاد عنصرون کے تصادم کو روکنے اور
ـبڑھتی ہوئی قوت کو دبانے کے لئے کیا تدابیر اختیار کیجائین؟ معتصم نے اس کا بہتر علاج یہ سمجھا

کہ ان کے خلاف ایک تیسرے (یعنی ترکی) عنصر کو مضبوط کرے[۱] جو ضرورت کے وقت عرب اور عجم دو
کی قوت کو دبانے کے لئے سلطنت کے کام آسکتا ہو، سیاسی اعتبار سے یہ چال جس قدر مفید تھی اسی قدر
بھی تھی، کیونکہ دو مخالف طاقتوں کے درمیان توازن قایم کرنے کے لئے کسی تیسری طاقت کو قایم کرنا
طور پر یہ معنی رکھتا ہے کہ سلطنت کا اصلی اقتدار اسی کے ہاتھ مین ہو، اس پر بھی اگر یہ احتیاط کیجاتی کہ وہ
طاقت قومون اور نسلون کے آدمیون سے مرکب ہوتی اور ہوشیاری کے ساتھ ان کو ایک
کر فتنہ تاتار کی کوشش کیجاتی تو اس تدبیر کے خطرات بہت کچھ کم ہو سکتے تھے[۲]، لیکن معتصم اس نکتہ کو
اس نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک ہی قوم کے غلامون کو جمع کر کے ایک
مرتب کی جو قومی و نسلی وحدت کی بنا پر بہت جلد عجم و عرب کی حریف بن گئی[۳]، یہ فوج ایک ایسا
تھی، جسے استعمال کرنے کے لئے اس سے زیادہ طاقتور ہاتھ درکار تھا، مگر بدقسمتی سے معتصم کے
مین کوئی اس قابل نہ نکلا کہ اسے استعمال کرنا تو درکنار کم از کم اس کی مضرت ہی سے سلطنت
نتیجہ یہ ہوا کہ جو قوت دوسرون کو دبانے کے لئے مہیا کی گئی تھی اس نے خود مہیا کرنے والون

---

[۱] خلفاے عباسیہ مین بنی امیہ کے برعکس مختلف قومون کا خون شامل تھا، کسی کی مان عرب تھی، کسی کی ترک، کسی کی
ایرانی، کسی کی بربری اور کسی کی صقلبی، ان ماؤن کو اپنے بیٹون پر اکثر غیر معمولی اثر حاصل ہوتا تھا جس کی باعث
بسا اوقات انھین کی قوم کی طرف مائل ہو جاتے تھے، اور ان کو اپنے سیاسی منصوبون کے لئے اپنی ننھیال ہی مین مدد
میسر آتے تھے، امین کی مان عربیہ تھی، وہ عربیت کا دلدادہ تھا، اور سلطنت کا عربی عنصر اس کا حامی تھا، مامون کی
ایرانیہ تھی، وہ ایرانیون کی طرف مائل تھا، اور ایرانیون ہی کی مدد سے اس نے عرب کا زور توڑ کر تخت حاصل کیا، معتصم کی
مان ترکیہ تھی اس کا میلان ترکون کی طرف ہوا، اور اپنی اس تدبیر کے لئے اس نے انھین کو منتخب کیا،
[۲] اس مین شک نہین کہ معتصم نے مغاربہ کی بھی ایک فوج بھرتی کی تھی، مگر وہ کسی شمار مین نہ تھی، اسے بھرتی کرنے
سے نہ تو یہ مقصود تھا کہ ترکون کے مقابلہ مین اسے توازن قایم کرنے کے لئے استعمال کیا جائے، اور نہ اسے کبھی اتنی قوت
کہ وہ کسی بڑے مقصد کے لئے استعمال کیجا سکتی، [۳] اس جدید ترکی عنصر کے عروج مین اسلامی سیاست و تمدن کیلئے
یہ تھا کہ ان لوگون مین اسلامی تہذیب کو قبول کرنے کی صلاحیت بہت کم تھی، ان کی بداوت مسلمانون کی حضریت کا سا
تھی حتی کہ ان مین ایک معتد بہ جماعت سچے دل سے مسلمان بھی نہ تھی اور محض دولت و حکومت کی خاطر اس نے منافقانہ اظہار
تھا، چنانچہ افشین کا قصہ مشہور ہے،

سلطنت کے اصلی مالک عباسیون کی بجائے ان کے ترکی غلام بن گئے،
سلطنت کی قطع و برید | یہ تیسری صدی ہجری کے ربع اول کا زمانہ ہے، معتصم کی زندگی ہی مین اس خطرناک
چال کے برے نتائج ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے، اسے ترکون کے لئے ایک الگ شہر (سامرا) بسانا پڑا کیونکہ بغداد کے مہذب باشندے ان وحشی فوجیون کے ساتھ گذر نہین کر سکتے تھے
اس وقت جبکہ معتصم رومیون کے خلاف فیصلہ کن جہاد کر رہا تھا، دارالخلافہ کے وقت عزل
کی سازش ہوئی جس کا اصلی محرک انھین ترکون کی بڑھتی ہوئی قوت کے خلاف احساس اور ناراضی
غضب تھا، آخر مین معتصم کے محبوب ترکی سردار افشین کی سازش نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس پودے سے
کس قسم کے پھل پیدا ہونے والے ہین، معتصم کے بعد واثق کے لئے موقع تھا کہ وہ اس بڑھتے ہوئے
کی روک تھام کرتا، مگر وہ اپنے باپ کی پالیسی پر آنکھ بند کر کے چلتا رہا، اور اپنی سلطنت
مین اس نے ترکی عنصر کو اس قدر مضبوط کر دیا کہ اس کے انتقال کے بعد جب اس کی جانشینی کا سوال
ہوا تو ترکی سردار وصیف نے تمام عمائد سلطنت کے علی الرغم متوکل کی حمایت کی اور اسے تخت نشین
کرانے مین کامیاب ہوا، یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی عنصر نے تخت خلافت کی وراثت کے مسئلہ مین مداخلت
کی[۱]، اس کے بعد پوری ایک صدی تک ترکی غلام سلطنت کے مالک بنے رہے اور خلفاء کو کٹھ پتلیون
کی طرح اٹھاتے اور گراتے رہے[۲]، متوکل کو انھون نے قتل کیا، مستعین کو انھون نے اتنا دق کیا کہ
وہ سامرا سے بغداد بھاگ گیا، اور جب وہ ان کے بلانے پر بھی نہ آیا تو انھون نے اسے معزول کر کے

---

[۱] اگرچہ اس وقت وصیف کی مداخلت بالکل جائز بنیاد پر تھی، مگر اس نے آیندہ کے لئے فوج کی ناجائز اور نہایت
خطرناک مداخلت کا دروازہ کھول دیا، [۲] مشہور ہے کہ جب معتز باللہ تخت خلافت پر بیٹھایا گیا تو اس کے بعض
مصاحبون نے دربار کے منجمون کو بلا کر دریافت کیا کہ خلیفہ کی کتنی عمر ہو گی، اور کب تک حکمرانی کرے گا، اس پر ایک
ظریف نے کہا کہ مین ان منجمون سے زیادہ اس کو جانتا ہون، لوگون نے کہا کہ تم ہی بتاؤ، اس نے جواب دیا
جب تک ترک چاہین،

قتل کر دیا، معتز کو انھون نے نہایت ذلت کے ساتھ معزول، قید اور قتل کیا[1]، مہتدی نے ان کا زور توڑنے کی کوشش کی تو انھون نے اس سے جنگ کی اور گرفتار کر کے قید کر دیا، قاہر کو انھون نے معزول کر کے اندھا کیا اور متقی کو اندھا کر کے معزول کر دیا، اس زمانہ مین بغداد کے اصلی فرمان روا خلفا نہین بلکہ خلفا کے یہی اَن صفت غلام تھے[2]۔

طاہریہ ترکی غلامون کے اس غلبہ سے ناراض اور مرکزی حکومت کی اس کمزوری سے جری ہو کر مختلف اسلامی صوبون کے ترکی، عربی اور عجمی گورنر خودسری اور خود اختیاری پر آمادہ ہونے لگے، آہستہ آہستہ انھون نے اپنی الگ ریاستین قائم کرنی شروع کر دین اور دولت عباسیہ کی قطع و برید شروع ہو گئی، سب سے پہلے خراسان کے گورنر طاہر بن عبد اللہ نے خود اختیاری کا رنگ اختیار کیا، ۲۳۰ھ/۸۴۴ء مین جب اس کے باپ عبد اللہ کا انتقال ہوا تو واثق نے اسحاق بن ابراہیم المصعبی کو خراسان کا والی بنانا چاہا، مگر طاہر کی جڑین مضبوط دیکھکر اس کو اپنا حکم منسوخ کرنا پڑا، اس طرح خراسان عملاً خودمختار ہو گیا، اور اس کی تابعانہ حیثیت صرف اتنی قدر رہ گئی کہ ایک امیر کے مرنے کے بعد اس کا جانشین محض ضرورۃً اور رسماً خلیفہ سے اپنی جانشینی کی توثیق کرانا ضروری سمجھتا تھا،

طولونیہ ۲۵۴ھ/۸۶۸ء مین احمد بن طولون مصر کا گورنر مقرر کیا گیا، اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اس نے مصر و شام مین اپنی خودمختار ریاست قائم کر لی، جو ۲۹۲ھ/۹۰۵ء تک اس کے خاندان مین رہی،

صفاریہ تیسری صدی کے وسط مین یعقوب لیث ایک ٹھٹھیرے نے سیستان مین قسمت آزمائی شروع کی

---

۱ معتز کے ساتھ ان کا سلوک بڑا ہولناک تھا، وہ اس کے کمرے سے اسے ٹانگ پکڑ کر کھینچ لائے، اسے ڈنڈون سے پیٹا، اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے، اسے دھوپ مین کھڑا کیا، بیچارہ ایک پاؤن رکھتا اور دوسرا پاؤن اٹھاتا تھا، پھر اسے مارتے ہوئے لے گئے، اور تین دن تک اسے بے آب و دانہ قید کیا، اس کے بعد اسے ایک تہخانہ مین بند کر کے اس کا دروازہ چن دیا،

۲ اس مین شک نہین کہ وزارت اس زمانہ مین بھی ایرانی مدبرون کو حاصل رہی، ابن وہب، ابن الفرات، علی بن عیسیٰ، ابن مقلہ وغیرہ اس عہد کے مشہور وزرا گذرے ہین، مگر یہ وزرا ترکون کے مقابلہ مین بے بس تھے، کیونکہ فوجی قوت ان کے ہاتھ مین تھی اور ترکی امرا کے مالی مطالبات انھین بے چون و چرا پورے کرنے پڑتے تھے، ورنہ ان کا اس سے زیادہ برا حشر ہوتا تھا جو حشر خلفا کا بیان کیا گیا،

اور ۲۵۳ھ/۸۶۷ء مین وہ پورے صوبہ کا مالک بن گیا، ۲۵۹ھ/۸۷۲ء مین اس نے طاہریون سے خراسان چھین لیا، اور سندھ سے لیکر فارس اور طبرستان تک اپنی حکومت قائم کر لی، آخر مین وہ خود بغداد پر حملہ کے لئے چلا تھا، مگر خلیفہ معتمد کے بھائی موفق سے شکست کھا کر واپس ہوا، اس کا خاندان تاریخ مین صفاریہ کے نام سے موسوم ہے، خود اختیاری کے اعتبار سے وہ طاہریون اور طولونیون کے مقابلہ مین عباسی خلافت کے اثر سے بہت زیادہ آزاد تھا، اگرچہ عمرو بن لیث نے بعد مین مصلحۃً خلیفہ معتمد سے خراسان، فارس، کردستان اور سیستان کی ولایت کا پروانہ حاصل کیا، مگر اس کی فرمان روائی جیسی اس پروانہ کے حصول سے پہلے تھی ویسی ہی اس کے بعد رہی،

علویہ شمال مین دیلم، طبرستان، اور گیلان کے علاقون پر علوی خاندان کے سردارون نے اپنا اثر جمانا شروع کیا، اور ۲۵۰ھ/۸۶۴ء مین حسن بن زید علوی نے باقاعدہ اپنی امامت کا دعویٰ کر کے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا، ساٹھ برس سے زیادہ مدت تک یہ علاقے عباسی خلافت سے بالکل آزاد رہے، آخر ۳۱۶ھ/۹۲۸ء مین طبرستان کا علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا، مگر اس کے بعد بھی گیلان اور دیلم پر ان کے اثرات عرصہ تک باقی رہے، انھین کے اثر سے دیلمیون مین شیعیت پھیلی، جنھون نے بعد مین سوا سو برس تک مشرقی خلافت کے قلب پر حکمرانی کی،

سامانیہ تیسری صدی کے وسط مین ماوراء النہر مین سامانی خاندان نے فرمان روائی کا علم بلند کیا، صفاری سلطنت کے حائل ہو جانے سے یہ دور دراز صوبہ مرکزِ خلافت سے منقطع ہو گیا تھا، اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر سامانی خاندان نے جو طاہریون کے زیر اثر تھا اپنی قوت بڑھانی شروع کی، یہان تک کہ ۲۶۱ھ/۸۷۴ء مین اسکو دربارِ خلافت سے مملکتِ ماوراء النہر کی حکومت کا پروانہ مل گیا، ۲۷۹ھ/۸۹۲ء مین جب اسمٰعیل بن احمد سمرقند کا فرمانروا ہوا تو وہ ایک خودمختار بادشاہ کی طرح آزاد تھا، اس نے ۲۹۰ھ/۹۰۳ء مین صفاریون سے خراسان چھین لیا اور کاشغر سے لیکر خلیج فارس کے سواحل تک اور سرحدِ ہندوستان سے لیکر بغداد کے نواح تک اپنی حدود سلطنت وسیع کر لین، اس کا خاندان ۳۸۹ھ/۹۹۹ء تک حکمران رہا،

ساجیہ ۲۷۶ھ مین محمد بن ابی الساج آذربیجان کا گورنر مقرر ہوا، جہان اس نے بہت جلدی مطلق العنانی

کا رنگ اختیار کر لیا، اور ۳۱۸ھ / ۹۳۰ء تک اس کا خاندان آرمینیہ اور آذربیجان پر حکمران رہا، اس کے بعد یہ علاقے دوبارہ بلا واسطہ عباسی اقتدار میں آگئے،

زیاریہ ۳۱۶ھ / ۹۲۸ء میں مرداویج بن زیار نے طبرستان وجرجان میں علم استقلال بلند کیا، اور اصفہان وہمدان فتح کرکے حلوان تک پھیل گیا، مگر اسکے بعد ہی آل بویہ کا اقتدار شروع ہو گیا، اس لئے بنو زیار کی قوت ان کے سامنے دب گئی، تاہم جرجان وطبرستان پر پانچویں صدی کے ربع ثانی تک ان کی حکومت رہی،

اخشیدیہ خاندان طولونیہ کے بعد ۳۲۳ھ / ۹۳۵ء میں مصر پر محمد اخشید نے اپنی آزاد حکومت قائم کی، اور ۳۳۰ھ / ۹۴۱ء میں شام اور حجاز کو بھی شامل کر لیا، ۳۵۸ھ / ۹۶۹ء تک اس کا خاندان اس علاقہ پر حکمران رہا،

اختیارات خلافت کی تقسیم اب تک یہ قطع و برید صرف دور دراز کے صوبوں میں ہو رہی تھی، اور مرکز حکومت اس سے محفوظ تھا، عباسی خلیفہ گو کمزور سہی، تاہم بغداد میں عنان سیاست کا مالک وہی تھا اور بغداد کے علاوہ عرب، عراق، الجزیرہ، آذربیجان، آرمینیہ، اور سواحل بحر ہند تک اس کی بلا واسطہ حکومت قائم تھی، لیکن فوج کے بغیر اس بچی کھچی سلطنت کو بھی زیادہ عرصہ تک قبضہ میں رکھنا اس کے لئے مشکل تھا، چنانچہ الراضی باللہ (۳۲۲ھ / ۹۳۴ء — ۳۲۹ھ / ۹۴۰ء) کے زمانہ میں واسط و بصرہ کے گورنر محمد ابن الرائق نے خلیفہ کو معاملات سلطنت سے عملاً بے تعلق کر دیا، اور اسے امیر الامراء کا لقب حاصل کر کے سلطنت کی قوتیں اس طرح اپنے لئے مخصوص کر لیں کہ خلیفہ کی حیثیت ایک وظیفہ خوار روحانی رئیس سے زیادہ نہ رہی، کچھ عرصہ کے بعد یہ امیر الامرائی کا منصب بھی ترکی غلاموں کی طرف منتقل ہو گیا، اور خلیفہ کی حکومت قصر خلافت تک محدود ہو گئی[1]

امویوں کا دعوائے خلافت اسی زمانہ میں اندلس کے اموی فرمانروا عبدالرحمٰن ثالث نے جو ۳۰۰ھ میں قرطبہ کے تخت پر متمکن ہوا، اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، گو اندلس کی حکومت نے پہلے بھی عباسی خلافت

۱؎ امیر الامرائی کا منصب در اصل سالاری فوج کا منصب تھا، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا دائرہ اثر فوج سے گزر کر تمام نظم سیاسی پر حاوی ہو گیا تھا، خصوصاً مالیہ کے محکمہ میں تو ان امیر الامراؤں نے سلطنت سے خلفاء کو بالکل ہی بے دخل کر دیا،

کو کبھی تسلیم نہیں کیا تھا[1] تاہم وہ ابتک عباسیوں کے مقابلہ میں خلافت کا علانیہ دعویٰ کرنے سے محترز رہی تھی، مگر جب مشرقی خلافت نے اپنا رہا سہا اقتدار بھی کھو دیا تو اس کے مغربی حریفوں کو کھلم کھلا اپنے بزرگوں کی میراث حاصل کرنے کی جرأت ہو گئی، یہ پہلی ضرب تھی جو عباسی خلافت پر لگی، اس سے پہلے خلافت محفوظ تھی صرف سلطنت پر ضربیں لگ رہی تھیں،

آل بویہ کا ظہور اس کے بعد پیہم دو واقعات اور پیش آئے جنھوں نے "سنی"[2] خلافت کو بالکل نیم مردہ کر دیا، ان میں سے پہلا واقعہ آل بویہ کا ظہور تھا، اور دوسرا فاطمیین کا مشرق ادنیٰ کی طرف اقدام، مقدم الذکر خاندان دیلم کے جنگ آزما قبائل میں سے تھا، اور اپنا تعلق ایران کے قدیم ساسانی خاندان سے ملاتا تھا، چوتھی صدی کی فتنہ پرور آب و ہوا نے اس کے اندر بھی قسمت آزمائی کا ولولہ پیدا کیا اور اس کا بانی اول ابو شجاع بویہ گمنامی کے گوشہ سے نکل کر ناموری اور اقتدار کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا، ابتداءً علویوں اور سامانیوں کی باہمی لڑائیوں میں حصہ لینے کے سبب اس کی قوت مضبوط ہوئی، پھر اس کے تین بیٹے علی، حسن، اور احمد طبرستان وجرجان کے فرمانروا مرداویج بن زیار کی ملازمت میں داخل ہو گئے، انکو کچھ زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ انھوں نے مرداویج سے الگ ہو کر خود اپنے طریق پر ملک گیری کا سلسلہ شروع کر دیا، اور ۳۲۰ھ / ۹۳۲ء اور ۳۲۳ھ / ۹۳۴ء کے درمیان ان تینوں نے اصفہان، شیراز، اور ارجان تک اپنے حدود اثر وسیع کر لئے، اب علی فارس کا مالک تھا، حسن الجبال کا اور احمد مشرق و مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا، ۳۲۴ھ / ۹۳۶ء میں اس نے کرمان فتح کیا، اور ۳۳۴ھ / ۹۴۵ء میں بڑھتے بڑھتے خود بغداد میں داخل ہو گیا، خلیفہ مستکفی کیلئے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کیا چارہ تھا، اس نے احمد کو امیر الامرائی کا منصب اور معز الدولہ کا خطاب عطا کیا، اور اس کے دونوں بھائیوں کو بھی فارس اور الجبال کی حکومت کا پروانہ عطا کیا، علی کو دربار خلافت

۱؎ کبھی کبھی مصلحۃً درباری اس کے خلاف جو واقعات ظاہر ہوئے ہیں ان سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ کبھی حکومت اندلس نے عباسیہ بغداد کو فی الواقع جائز خلیفہ تسلیم کیا تھا، ۲؎ یہاں "سنی" خلافت کا لفظ "شیعی" یا فاطمی امامت کے مقابل استعمال کیا گیا ہے،

سے عماد الدولہ کا خطاب ملا، اور حسن کو رکن الدولہ کا، اس طرح بغداد پر آل بویہ کی حکومت قائم ہوگئی، اور تقریباً ایک صدی تک وہ الجزیرہ، عراق، اور مغربی ایران پر حکمران رہے، انھون نے ترکی غلامون کے اقتدار کو ختم کردیا، ملک مین ایک باضابطہ حکومت قائم کی، اور تہذیب و تمدن کی ترقی مین بہت کچھ حصہ لیا، لیکن مذہباً وہ شیعی تھے، اس لئے سنی خلیفہ پر (جس کی خلافت کو وہ اعتقاداً تسلیم نہ کرتے تھے،) اور بیشتر سنی آبادی رکھنے والے علاقون پران کے تسلط نے ایک طرف عباسی خلافت کی جڑین کمزور کردین اور دوسری طرف مذہبی اختلاف کی آگ مشتعل کردی، ان کے زمانہ مین بہت سی ایسی رسمین جاری ہوئین جو اہل السنت کے نزدیک بدعات سیئہ مین داخل تھین، انھین کے زمانہ مین دسوین محرم کو عام ماتم کا دن مقرر کیا گیا، تعزیہ داری کی رسم نکلی، اور خلفائے ثلٰثہ پر علانیہ سب و شتم کا سلسلہ شروع ہوا، ان باتون پر سنیون اور شیعیون کے درمیان سخت جھگڑے ہوئے، اور بغداد کے بازار دونون فرقون کی سرپھٹول سے اکثر ہنگامہ زار رہنے لگے،

فاطمین کا ظہور ایک طرف شیعی سلاطین سنی خلافت کے مرکز پر قابض تھے، دوسری طرف شمالی افریقیہ سے فاطمی خاندان کے مدعیانِ خلافت، جو عباسیون کے اصلی حریف تھے، سیلاب کی طرح مصر و شام اور حجاز کی جانب بڑھے، ۳۵۶ھ ۹۶۹ء مین انھون نے مصر فتح کیا، چند سال بعد شام اور حجاز بھی ان کے قبضہ مین چلے گئے

ا؎ تاریخ کا یہ ایک نازک سوال ہے کہ جب آل بویہ کو سلطنت عباسیہ کے قلب پر کامل اقتدار حاصل ہو چکا تھا، تو انھون نے عباسی خلیفہ کو معزول کرکے مصر کے فاطمی خلفار کی اطاعت کیون نہ اختیار کرلی؟ میرے نزدیک اس کے دو وجوہ تھے، ایک یہ کہ بنو بویہ باینہمہ طاقت و شوکت اتنے قوی بازو نہ تھے کہ مشرقی دنیائے اسلام کے سواد اعظم کے علی الرغم عباسی خلافت کی بیخ کنی کرسکتے، خود ان کی سلطنت مین آبادی کا بیشتر حصہ سنی تھا، اور ان کی سلطنت سے متصل جتنے اسلامی ممالک تھے، وہ سب سنی عقیدے کے پیرو تھے، اس لئے صرف یہی نہین کہ ان کو عباسی خلافت سے تعرض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، بلکہ فعلاً وہ مقام خلافت کے آگے سرِ اطاعت خم کرنے پر اپنے تئین مجبور پاتے تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ خود ان کے مصالح بھی اس کے مقتضی نہ تھے، کہ وہ کسی فاطمی کو خلیفہ تسلیم کرین، چنانچہ جب معز الدولہ کو مصری خلیفہ سے بیعت کرنے کا مشورہ دیا گیا تو اس نے اس بنا پر اس سے احتراز کیا کہ اس کی فوج اور ارکان دولت مین سب شیعہ تھے جو دل سے فاطمیین کو مستحق خلافت سمجھتے تھے، اس لئے اسے اندیشہ تھا کہ اگر ان لوگون نے فاطمی خلیفہ سے بیعت کرلی تو خود اس کا اور اس کے خاندان کا کوئی اقتدار باقی نہ رہیگا۔

اور مکہ و مدینہ تک مین عباسی خلیفہ کے بجائے فاطمی خلیفہ کا خطبہ جاری ہوگیا، یہ سب سے بڑا صدمہ تھا جو عباسی خلافت کو پہنچا، حکومت و سلطنت چھن جانے کے بعد عباسیون کے پاس سکہ و خطبہ ہی ایک ایسی چیز باقی رہ گئی تھی جس سے عالم اسلامی پر ان کا اثر و اقتدار قائم تھا، اس کو پہلا صدمہ اندلس کے امویون نے پہنچایا، مگر وہ ایسا کچھ زیادہ شدید نہ تھا، کیونکہ اندلس پہلے بھی عباسی خلافت کے زیر اثر نہ تھا، لیکن یہ دوسری ضرب ایسی تھی جس نے عباسی خلافت کو حالتِ نزع تک پہنچادیا، یہان صرف یہی نہ تھا، بلکہ مصر اور شام جیسے اہم اسلامی ممالک خلافت عباسیہ کے اقتدار سے نکل گئے تھے بلکہ اس سے شدید تر مصیبت یہ تھی کہ خاص مکہ اور مدینہ مین جو دنیائے اسلام پر روحانی و دینی اقتدار کے اصلی مرکز تھے، حریف خلیفہ کا خطبہ جاری ہو چکا تھا جس کے بعد عباسیون کی خلافت بالکل نیم جان رہ گئی تھی، اس پر مزید یہ کہ آخر زمانہ مین ایک وقت ایسا بھی آگیا کہ عباسی خلیفہ کو بغداد چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور اس کے عین دار الخلافہ مین کامل ایک سال تک مصر کے شیعی خلیفہ کا خطبہ پڑھا جاتا رہا،

غزنویہ چوتھی صدی کے آخر مین غزنی سے ایک دوسری قوت اٹھی جس نے ہندوستان سے لیکر عراق تک پورے وسط ایشیا کو زیر و زبر کردیا، یہ سبکتگین کے بیٹے محمود کی قوت تھی، اس نے ۳۸۹ھ ۹۹۸ء مین غزنین کے تخت پر بیٹھنے کے بعد دولت سامانیہ کی برائے نام اطاعت کا جوا اتار پھینکا، براہِ راست خلیفہ سے خراسان اور غزنی کی حکومت کا پروانہ حاصل کیا اور تقریباً ۳۳ سال کے اندر اپنی سلطنت پنجاب، افغانستان، ماوراء النہر، خراسان، رے، اور اصفہان تک وسیع کرلی، اس اولوالعزم فاتح کا طاقتور ہاتھ اسلامی دنیا کی ان سیاسی گتھیون کو سلجھانے کی پوری قدرت رکھتا تھا جنمین وہ اس وقت الجھی ہوئی تھی، لیکن اس نے اپنی قوت کو ملک گیری کے کام مین صرف کرنا زیادہ پسند کیا، اور عالم اسلامی کے مسائل کو ایک دوسری طاقت کے لئے چھوڑ دیا جو اس کی زندگی ہی مین ابھرنی شروع ہوگئی تھی، اور جو اس کے مرتے ہی اسلامی سیاست کے اسٹیج پر نمودار ہوگئی،

سلجوقیون کی آمد یہ نوخیز قوت انھین سلجوقیون کی تھی جن کی تاریخ ہماری اس کتاب کا موضوع ہے، یا پانچوین صدی
کی ابتدا تھی جب کہ یہ سیدھے سادے ترکمان شمال کے غیر متمدن علاقون سے جنوب کی طرف بڑھے جہان
کے بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کے لئے ان کے تازہ اور گرم خون کی ضرورت تھی، صدی کی پہلی چوتھائی
انھون نے سیاسی طاقت بہم پہنچانے مین صرف کی، دوسری چوتھائی مین تخت شاہی پر جلوہ گر ہوئے اور
تیسری چوتھائی مین وہ پورے مشرق اوسط وادنی کے مالک تھے، ان کی آمد کے وقت مشرقی خلافت کی
سرزمین جس طرح منتشر طاقتون مین بٹی ہوئی تھی اس کی کیفیت ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو سکتی ہے،

غزنویہ،	افغانستان، خراسان، خوارزم، الجبال، رے وغیرہ،
ایلکیہ،	ماوراء النہر، ترکستان،
بنوکاکویہ	اصفہان، ہمدان، یزد، نہاوند،
زیاریہ،	جرجان، طبرستان،
آل بویہ،	عراق، فارس، کرمان، الجزیرہ،
بنوعقیل،	موصل، مدائن، انبار، بادیۂ شام،
بنومرداس	حلب، الرحبہ، الرقہ، منبج،
بنومروان	دیار بکر، کیفا، میافارقین،
بنومزید،	حلہ، بادیۂ عراق،
فاطمیین مصر	شام، حجاز، مصر، افریقہ،

ابتداء امر سلاجقہ مین دنیائے اسلام کی سیاسی حالت ان مین سے غزنویہ اور بنوکاکویہ صرف اس حد تک عباسی خلیفہ کے مطیع تھے
کہ ان کے فرمان روا اپنی رعایا کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے اپنی
حکومت کو تسلیم کرا لیتے تھے، آل بویہ مذہباً شیعی ہونے کے سبب عباسی خلافت کو تسلیم ہی نہین کرتے تھے

سلجوقیو[ن] ... [... در] حقیقت نہ وہ اس کے مطیع تھے، اور نہ اس کا احترام ملحوظ رکھتے تھے، مگر سیاسی حالات نے انھین
[... ر]یاستین اطاعت اور اظہارِ احترام پر مجبور کر رکھا تھا، بنوعقیل عباسی خلافت اور بویہی سلطنت کے تابع
[...]اس حد تک تابع تھے، بنومروان شیعی اور فاطمی خلیفہ کے حلقہ بگوش تھے، فاطمیین مصر خلفائے عباسیہ کے علاوہ
[...] وزراکا، اور ان کی طاقت اتنے عروج پر تھی کہ ایک مرتبہ بغداد تک مین ان کا خطبہ پڑھا گیا، جیسا کہ
[... ا]نھون نے مرکزی قوت کے اس طرح معطل ہو جانے، ممالک اسلامیہ کے مختلف سلطنتون اور ریاستون
مین منقسم ہو جانے اور آپس کی لڑائیون کی بدولت متواتر بدامنی برپا رہنے کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ مسلمانون کی
ثروت، سیاست، اور تہذیب زوال وسقوط کی جانب مائل ہونے لگی، اسلامی تہذیب وتمدن کے
مختلف مرکزون کے درمیان آمد ورفت کی آسانیان کم ہوگئین، طلب علم اور تحقیقات علمی کے لئے سیر
سیاحت کی مشکلین بڑھ گئین، سیاسی انقلابات اور سلطنتون کی باہمی کشمکش نے معاشی زندگی کا نظام ایک
بڑی حد تک مختل کر دیا، اور مجموعی طور پر اس سے نہ صرف اسلامی تمدن کی بڑھتی ہوئی ترقی سست ہوگئی[1]
بلکہ اس کے ساتھ ہی دنیا کی بین الملی سیاست مین مسلمانون کا رعب وداب بھی بہت کچھ کم ہو گیا، چنانچہ
وہی سلطنت روم جو معتصم کے ہاتھون مٹتے مٹتے بچی تھی، اب اس قدر جری ہو گئی تھی کہ اس نے جنوب مین
انطاکیہ تک اور مشرق مین آرمینیہ تک اپنی حدود وسیع کر لی تھین اور بسا اوقات اس کے فوجی دستے جزیرہ
ابن عمر اور راس العین تک چھاپے مارتے ہوئے چلے آتے تھے،

سلاجقہ کی آمد سے کیا انقلاب ہوا، ان حالات مین آلِ سلجوق نے خراسان کی طرف پیش قدمی شروع کی، ۴۲۹ھ
مین طغرل بیگ نے خراسان کی بادشاہت کا اعلان کیا، چند سال کے اندر بلخ، خوارزم، جرجان، طبرستان، الجبال

[1] گو اس وقت اسلامی تمدن مین جوانی کا زور تھا، جس کے باعث اس کی صحت مین ان امراض سے کوئی نمایان انحطاط
پیدا نہین ہوا، لیکن اس کے باوجود سیاسی احوال کی پراگندگی کے قدرتی نتائج سے نہ وہ بچ سکتا تھا، اور نہ کوئی طاقتور
سے طاقتور تمدن بچ سکتا ہے، کم از کم اس حقیقت کو تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ نظام سیاست کے ایک مرکز پر رہنے کی صورت
مین اس کی ترقی کی رفتار جتنی تیز ہوتی، اتنی اس عالم انتشار وافتراق مین نہ تھی،

ہمدان، دینور، حلوان، رے اور اصفہان ایک ایک کرکے اس کے تابع ہوتے گئے، ۴۴۷ھ ۱۰۵۵ء یا بجون [illegible] خود دارالخلافہ پر قبضہ کیا اور اپنی وفات سے پہلے جیحون سے فرات تک سلطنت وسیع کر[illegible] بڑھے جہان بعد الپ ارسلان نے اس سلطنت کو مشرق مین جند تک اور مغرب مین حلب تک وسیع کی[illegible] کی پہلی [illegible] کوچک کا ایک بڑا حصہ فتح کیا، مکہ و مدینہ مین ازسرنو عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا، اور قیصر [illegible] شکست دیکر اقوام عالم مین اس کی ہیبت پھر قائم کردی، اس کے بعد ملک شاہ کے زما[illegible]قی خلافت کی اپنی وسعت کے انتہائی حدود کو پہنچ گئی، مغرب مین بحر روم کے سواحل تک، مشرق مین [illegible] جنوب مین یمن تک اور شمال مین خوارزم اور حدود ابخاز تک تمام اسلامی ممالک ایک حکمران، ایک قانون اور ایک سیاسی نظام کے تابع فرمان ہوگئے، تمام مملکت مین کامل امن وسکون ہوگیا، تجارت و صنعت کو فروغ ہوا، علوم وفنون کے سرچشمے ابلنے لگے، سلطنت کی حمایت وسرپرستی نے اہل کمال کی ہمتون کو تیز کردیا، اور تھوڑی ہی مدت مین عالم اسلامی کی کایا پلٹ گئی، اس دور مین عمید الملک، نظام الملک، مؤید الملک، شرف الدین، انوشروان بن خالد، کمال الملک، اور مجد الدین عزالملک جیسے مدبر پیدا ہوئے، قسیم الدولہ آق سنقر، خاص بک بلنجری، عماد الدین زنگی، آتابک ایلدگز، سعد الدولہ گوہر آئین، صدقہ بن مزید جیسے فوجی جنرل پیدا ہوئے، امام غزالی، ابو اسحق شیرازی، امام الحرمین ابو المعالی الجوینی، عبد الکریم شہرستانی، ابو الحسن فرغانی، ابوبکر شاشی، سیف الدین آمدی، علم الدین سخاوی، اثیر الدین ابہری، عمر خیام، ابن جوزی، ابوبکر سمعانی، زمخشری، میدانی، حریری، راغب اصفہانی، عبد القاہر جرجانی ابو زکریا التبریزی اور ابو البقا عکبری جیسے علماء وحکماء پیدا ہوئے، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، خواجہ ابو یوسف چشتیؒ، خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ، ابو القاسم قشیریؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور شیخ فرید الدین عطار جیسے بزرگان دین پیدا ہوئے، اور اسلام کے چمن مین وہ پھول کھلے جو اگر نہ کھلتے تو یقیناً اسلامی تہذیب نامکمل رہ جاتی،

سلجوقیون کی خصوصیات

سلاطین سلجوقیہ کی وہ خصوصیات جن کی بدولت یہ درخشان نتائج ظاہر ہوسکے، یہ تھین کہ انھون نے ایک عرصہ تک اپنی بدوی سادگی برقرار رکھی، اور حضریت اختیار بھی کی تو صرف اس حد تک کہ ترکمانی فوجیت کی روح مردہ نہ ہونے پائے، مملکت کے نظم ونسق کے لئے انھون نے قابل وزرا کا انتخاب کیا، اور انھین آزادی کے ساتھ انتظام کرنے کا موقع دیا، علوم وفنون کی قدرشناسی مین انھون نے کسی قسم کی کوتاہی نہ کی، ان کے ماتحت نیشاپور، اصفہان، بغداد اور دوسرے مقامات پر بڑے بڑے کالج قایم ہوئے، علما کی خوب ہمت افزائیان کی گئین اور سلطنت کی سرپرستی مین تعلیم کو عام رواج دیا گیا، ان سب کے ساتھ سیاسی حیثیت سے ایک نہایت اہم بات یہ تھی کہ وہ راسخ العقیدہ سنی تھے اور مذہبی معاملات مین انکا مسلک جمہور اسلام کی مرضی کے مطابق تھا، اس وجہ سے وہ رعایا مین بہت ہردلعزیز تھے، مورخین نے ان کی اس خصوصیت کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے، چنانچہ حمد [illegible] مستوفی لکھتا ہے:-

"از آن دول کہ در عہد اسلام بودند اکثر بعیبے چند ملوث بودند، چون بنی امیہ بزندقہ و اعتزال، و [illegible]، و بعضے از بنی عباس باعتزال، و بنی لیث و آل بویہ برفض، و غزنویان و خوارزمشاہیان و غیرہم بحقارت گوہر، اما سلجوق شاہیان از نیہا پاک بودند و سنی و پاک دین و نیکو اعتقاد و صاحب خیر و مشفق بر رعیت"[1]

ایک دوسرا مصنف ابن الراوندی لکھتا ہے:-

"درختے کہ بخش تقویت و تربیت دین و ثمرہ اش بنائے خیرات از مدارس و خانقاہہا و مساجد و رباطہا، و پولہا و آبگیرہاے راہ حجاز، و تربیت علما و مجالست زہاد و ابدال، و بذل کردن مال، و آئین عدل را تازہ گردانیدن، و رسم سیاست زندہ داشتن، .... و برکت

[1] تاریخ گزیدہ (طبع لندن) ص ۴۳۴،

پرورش علما و علم دوستی و حرمت داشت، سلاطین سلجوق بودکہ در روے زمین خاصہ ممالک عراقین و خوراسان علما خاستند، و کتب فقہ تصنیف کردند. . . . . چنانکہ طمعہاے بد دنیان منقطع شد و طوغا و کرہاً فلاسفہ و اہل ملل منسوخ و تناسخیان و دہریان بکلی سر بر فرمان شریعت و مفتیان امت نہادند. . . . . وچون بادشاہ و وزیر دست و امیر و وزیر و جملہ لشکر در املاک و اقطاعات بوجہ شرع و مقتضائے فتویٰ ائمہ دین تصرف می کردند بلاد معمور و ولایات مسکون ماند"۔[1]

موجودہ زمانہ مین یہ بات چندان قابلِ لحاظ نہین ہے، لیکن جس عہد سے ہم اس وقت بحث کر رہے ہین، اس مین حکمران کے مذہب کو ملکی سیاست مین خاص اہمیت حاصل تھی، اور رعایا کی اکثریت کے خلاف مذہبی عقائد رکھنے والی حکومت کا کامیاب ہونا مشکل تھا،

(باقی)

[1] راحت الصدور (طبع لیدن) ص ۲۹-۳۰،

دائرۃ المعارف النظامیہ
اور
کتبِ قدیمہ کی اشاعت،

از

جناب مولانا محمد سورتی صاحب قرول باغ دہلی

(۲)

انتخابِ کتب کا معقول طریقہ

جس قدر یہ مسئلہ اہم و ضروری ہے اسی قدر مشکل اور وسعتِ نظر و اعمالِ فکر کا محتاج ہے، اسکے واسطے معمولی کتبخانون کی فہرستین، کشف الظنون، ابن الندیم وغیرہ کو سرسری نظر سے دیکھ لینا کچھ زیادہ مفید نہین ہو سکتا اس کار اس المال علوم و فنون اسلامیہ مین کمالِ تاریخ و رجال پر غائر نظر، کتب علمیہ کا ذوق و شغف اور مطبوعات و خطی کتب پر وسیع اطلاع ہے، اس کے ساتھ قوتِ انتخاب لازمی چیز ہوگی جس کے بغیر تمام سعی نفخ فی الرماد ہو کر برباد ہوجائیگی،

اس کے واسطے بطور مثال ہم دائرہ کی منتخب فہرست کے نمونہ پر ایک سرسری نظر ڈال کر یہ بتانا چاہتے ہین کہ موجودہ انتخاب مین بیحد عجلت سے کام لیا گیا ہے اور جو غور و فکر، امعانِ نظر و تکلیفِ دماغ سوزی اس مین ضروری تھی وہ پوری طرح نہین انجام دی گئی، بخلاف اس کے بہایت معمولی اور بعض مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابون کو پیشِ نظر رکھ لیا گیا، محض فہرستون کے ذریعہ انتخاب کی صورت

عمل مین آگئی جس سے خاطر خواہ معقول نتیجہ کی امید کسی طرح ممکن نہین،

مثلاً لغت مین اصلاح المنطق ابن السکیت کے ملخص کا انتخاب ہوا ہی جس کا نسخہ عرصہ ہوا مصر سے مع شرح شواہد بنام تہذیب الاصلاح چھپکر آچکا ہے،

تاریخ مین البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر الدمشقی (نہ جزری جیسا کہ انتخاب مین چھپ گیا) جو عرصہ ہوا مصر مین زیر اشاعت ہے، اور ابتک دو تین جلدین طبع ہوکر ہندوستان آچکی ہین (اسی طرح اہلِ علم کو معلوم ہو کہ تاریخ بغداد للحافظ ابی بکر الخطیب البغدادی کا نسخہ بھی مصر مین چھپ رہا ہے، جسکی چار جلدین ہمارے سامنے موجود ہین،

دمیۃ القصر باخرزی کا نسخہ عرصہ ہوا حلب مین شایع ہوکر ہندوستان آچکا، پھر اس مین عربی ادب کا کونسا ایسا اعلیٰ کارنامہ ہے، جسکی وجہ سے انتخاب کیا گیا، یہ کتاب طبقات الشعراء، یا تراجم مین بطور ذیل یتیمۃ الدہر ثعالبی ہے،

اسی طرح المستجاد من فعلات الاجواد بھی کوئی اعلیٰ ادبی تالیف نہین شمار ہو سکتی، یہ قصص و حکایات و محاضرات کا ایک مختصر مجموعہ ہے اور بس،

طبقات الحنابلہ لابی یعلی ابن الفراء البغدادی الحنبلی (نہ ابویعلی الموصلی المحدث جیسا کہ انتخاب سے شبہ ہوتا ہے) البتہ عمدہ کتاب ہے مگر اس کا انتخاب ابھی شام سے طبع ہوکر آچکا ہے، نیز عرصہ ہوا ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا، غالباً جنگ عظیم کی وجہ سے موقوف کردیا ہو، اب معلوم نہین وہ شایع کرتے ہین یا نہین؟

اسی طرح طبقات ابن رجب یقیناً عمدہ انتخاب ہے، اور اس کا ذیل بھی جو بنام المنتحب لوابلہ علی ضرایح الحنابلہ بانکی پور لائبریری مین ہے،

عرصہ ہوا مین نے طبقات حنابلہ کے سلسلہ کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا، اور اس ذیل مین کتب ذیل انتخاب کی تھین،

(۱) مناقب الامام احمد لابن الجوزی، جو اب مصر سے طبع ہوکر شایع ہو چکا ہے،

(۲) طبقات ابی یعلی ابن الفراء جو طبقات اصحاب الامام احمد کے نام سے معروف اور اس مین عموماً ان کے تلامذہ کا ذکر ہے،

(۳) طبقات ابن رجب الحنبلی جو ذیل ابی یعلی ہے،

(۴) ذیل ابن رجب المنتحب لوابلہ،

ابن رجب کا نسخہ اکثر محدثین و فضلاء متاخرین پر شامل اور جلد میسر آگیا تھا، اس لئے اسکی اشاعت مقدم خیال کی گئی، اسی زمانہ مین عجائب اتفاق سے مولانا ابو الکلام صاحب سے اس کا ذکر آگیا، وہ بھی نہایت شوق و جوش سے اس کی طباعت مین شرکت کے لئے تیار ہو گئے، غرض پہلی جلد بعد از تصحیح و تحشیہ ان کے سپرد کی گئی، عرصۂ دراز کے بعد بدقت تمام اس کے چند صفحات چھپے، پھر مولٰینا کے اصول قدیمہ کی بنا پر کہ "ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد" یہ مطبوعہ حصہ اور قلمی بھی ان کے عجائب خانہ مین غائب ہو گیا،

معرفۃ علوم الحدیث حاکم کا نسخہ نہ معلوم کس حیثیت سے اہم شمار کیا گیا، حالانکہ اصول حدیث مین ابن الصلاح کی شروح اور اس سے قبل ابن خلاد الرامہرمزی کی کتاب المحدث الفاصل، جو ابن حجر عسقلانی کے نزدیک اس فن کی اولین کتاب ہے، اعلیٰ کتابین ہین، ابوبکر الخطیب بغدادی کی تالیفات جنکا خلاصہ ابن الصلاح نے کیا ہے، اصول فن شمار کیجاتی ہین، ان مین سے کتاب الکفایہ فی اصول الروایۃ جس کے متعدد قدیم و جدید نسخے ہندوستان مین ہونگے قابلِ اشاعت و اعلیٰ ہے،

اسی سال مین نے کتاب الکفایہ کا نسخہ نقل کرا کر نہایت محنت سے مرتب کیا ہی، بڑی حد تک اس کے ضروری حواشی و فہرست بھی مرتب کر لئے ہین، اب ایک ایسے قدیم و صحیح نسخہ کی ضرورت ہے

جس سے مقابلہ کے بعد یہ شایع ہونے کے قابل ہو سکے گا،

غریب الحدیث ابن سلام کا نسخہ رامپور مین میری نظر سے بھی گذرا ہے، مگر وہ ناقص جدید الخط اور غلط ہے، بعض احباب سے سنا تھا کہ اس کا قدیم نسخہ بہار کے ضلع مین کسی جگہ ہے، بہت جستجو کے بعد بھی ابتک پتہ نہین لگا، واللہ اعلم،

لغت مین ابنیۃ الافعال والاسماء والمصادر لابن القطاع الصقلی کا نسخہ رامپور مین بتایا گیا، مگر یہ فہرست کی تقلید ہوگی، ابن القطاع نے ابنیۃ الافعال الگ کتاب لکھی ہے اور ابنیۃ الاسماء والمصادر الگ، پہلی کتاب کا قدیم نسخہ رامپور مین ہے، عرصہ ہوا جناب حاذق الملک حکیم اجمل خانصاحب مرحوم کے ذریعہ اس کی ایک نقل جامعہ مین آئی تھی، مگر جامعہ کی مالی حالت نے اس کی اشاعت کا موقع نہین دیا، چونکہ اصل نسخہ باوجود قدیم ہونے کے غلط اور غیر مرتب تھا، نیز اس مین مؤلف کی تذییل اور اصل ابن القوطیہ کی علامت مین بیحد اختلاف تھا، مین نے اپنا نسخہ نہایت احتیاط و محنت سے ابن القوطیہ مطبوعہ یورپ سے مقابلہ کرتے ہوئے نہایت صحیح ترتیب پر تیار کیا ہے، جس کی دو جلدین مکمل ہو چکی ہین، اور تیسری زیر ترتیب و تہذیب ہے، اس کا نام تہذیب ابنیۃ الافعال رکھا ہے،

فقہ مین شرح الجامع للصدر الشہید نہ معلوم کس حیثیت سے انتخاب مین آئی،

اسی طرح علم کلام مین التقریب والارشاد کا نسخہ کیونکر انتخاب کیا گیا، حالانکہ اس کی صرف ایک جلد کتبخانہ آصفیہ مین ہے، ایسے ناقص نسخہ کا انتخاب، نیز بغیر پوری کیفیت معلوم کئے کہان تک مناسب ہو سکتا ہے،

اسی طرح نہایۃ المرام علم کلام مین قابل غور کتاب ہے، مؤلف غیر معلوم و غیر مشہور ہے، تعجب و افسوس ہے کہ ائمۂ فن مثلاً ابو الحسن الاشعری، ابن الباقلانی، امام الحرمین، غزالی، ابن رشد، رازی وغیرہ کی اعلیٰ سے اعلیٰ کتابین اس فن مین موجود ہوتے ہوئے ان کا انتخاب نہ ہو، اور غیر معروف مؤلفین

کی کتابین انتخاب کیجائین،

حدیث مین مصنف عبد الرزاق کا نسخہ منتخب ہوا ہے، مگر جہان تک مجھے علم ہے ہندوستان مین اس کا مکمل نسخہ نہین آیا، صرف ایک قطعہ مدینہ منورہ سے نقل در نقل چلا آتا ہے،

بیانِ ماسبق سے یہ واضح ہو گیا کہ انتخاب کرنے والے فضلا نے اصل کتابون کو بغور ملاحظہ نہین فرمایا، جس سے کتابون کا صحیح اندازہ ہو سکتا، نہ کسی معقول طریقۂ انتخاب کو پیشِ نظر رکھکر یہ کام انجام دیا، کیونکہ مطبوعہ، ناقص اور غیر مفید کتابین اس مین بکثرت پائی جاتی ہین، اگر بعض اعلیٰ قسم کی کتابین ہین تو ان کے مکمل نسخے نہین بتائے گئے، اس لئے ان کا وجود و عدم یکسان ہو گیا،

ایک اہم غلطی اس انتخاب مین یہ ہوئی کہ صرف متون پیشِ نظر ہے، شروح کا کوئی لحاظ نہین کیا گیا، حالانکہ بہت سی شروح تکمیلِ فنون و علوم کے لئے نہایت ضروری اور لازمی ہین،

میری ناقص رائے مین انتخاب کی یہ صورت بہتر تھی کہ پہلے فنون پر نظر ڈالی جاتی، اور ہر فن کی متفرق کتابون کو بغور دیکھا جاتا، نہ کہ محض فہرست کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جائے، اولاً ہر ایک کتاب کو صحیح طور پر جانچ کر ہر فن کی اعلیٰ و متوسط کتابون کا ایک اعلیٰ ذخیرہ جمع کرنا چاہئے اور پھر اس مین سے جو کتاب انتخاب کیجاتی یقیناً ہر حیثیت سے ممتاز و برتر ہوتی،

انتخاب کرنے والون کے لئے ایک اور چیز بھی قابلِ توجہ اور ضروری معلوم ہوتی ہے، یہ گذشتہ مؤلفین کے وہ تعلیق اور علمی کتابین ہین جنمین انھون نے اصول تعلیم اور کتب مولفہ پر اپنی رائے لکھی ہے، علمائے کرام نے اس بارہ مین کافی بحث کی ہے، انتخابِ کتب کے سلسلہ مین بھی عمدہ ذخیرہ متاخرین کے واسطے چھوڑ گئے ہین، اس مبحث پر مقدمہ ابن خلدون کا مطالعہ بصیرت افروز ہوگا، اسی طرح ارشاد القاصد ساعد انصاری اور طبقات الامم صاعد اندلسی سے بہت کچھ مدد ملے گی، بلکہ اسنی المقاصد مین انتخاب بھی بکثرت ہے، الفہرست ابن الندیم اور کشف الظنون سے بھی مفید معلومات کی امید ہے،

محض طرزِ تعلیم پر ابن العربی الاندلسی نے العواصم والقواصم کے آخر مین عمدہ بحث کی ہے، مگر سب سے زیادہ مفصل بحث امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مراتب العلوم مین کی ہے، نیز رسالہ فضل اہل الاندلس سے بھی اس بارہ مین بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہین، انشاء اللہ تعالیٰ ابن حزم کی سوانح حیات مین اس بحث پر بسیط مضمون لکھا جائیگا، پہلے کبھی خیال ہوتا تھا کہ ایک جید تالیف اعلیٰ و متوسط کتب موجودۂ ہند پر لکھی جائے، مگر اس کے واسطے فرصت نہین مل سکی، اس وقت صورت انتخاب پر مختصر اشارہ کرکے یہ مضمون ختم کیا جاتا ہے،

اہم اسلامی فنون حسب ذیل ہو سکتے ہین:-

(۱) علوم القرآن، (۲) الحدیث و متعلقاتہ،

(۳) الفقہ والاصول والجدل، (۴) الکلام و متعلقاتہ،

(۵) الرجال والتاریخ، (۶) اللغۃ والآداب،

(۷) علوم الاوائل،

علوم قرآن کی تقسیم حسب ذیل عنوانات پر ہو سکتی ہے:-

(الف) نظم القرآن و اعجازہ، (ب) احکام القرآن،

(ج) لغات القرآن و اعرابہ، (د) تفسیر القرآن،

ہمارے پاس اب تک علوم قرآن پر اتقان کے سوا کوئی بسیط کتاب مطبوعہ نہین معلوم ہوتی، اس فن مین البرہان زرکشی بمنزلہ اصل اصول اور عمدہ کتاب ہے، جس کے متعدد نسخے ہندوستان مین ہونگے،

نظم القرآن اور اعجاز القرآن کے تحت وہ تمام متفرق تصانیف ادبا و متکلمین کی آجائین گی جنمین ترتیب سُوَر، نظم آیات پر گفتگو کی گئی یا جنمین ملاحدہ اور زنادقہ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہو،

اس ذیل مین وہ تمام تالیفات جو مسائل القرآن، مشکل القرآن کے نام سے ہین شمار کیجائین گی، تفصیل کے لئے کتبخانون کی فہرستین اور ابن الندیم وغیرہ ملاحظہ فرمائین،

احکام القرآن مین آج ہمارے پاس چھ سات کتابین ہین جن مین بہترین کتاب احکام القرآن ابن العربی المالکی اور احکام القرآن للجصاص الرازی الحنفی ہین، باقی تیسیر البیان خطی، تفسیرات احمدیہ مطبوعہ، نیل المرام مطبوعہ وغیرہ کچھ زیادہ مفید نہین،

ائمۂ قدما نے اس پر نہایت بسیط اور اعلیٰ کتابین لکھی ہین، جنمین خصوصیت کے ساتھ قاضی اسمعیل بن اسحٰق بغدادی، قاضی منذر بن سعید البلوطی الاندلسی کی تالیفات قابلِ قدر ہین، اس قسم کی کتابین جستجو کے بعد انتخاب کی جائین،

لغات القرآن مین مفرداتِ راغب مطبوعہ کے سوا کوئی چیز قابلِ ذکر نہین معلوم ہوتی، اس بارہ مین نیز اعراب مین السمین کا الدر المصون اور ابو علی الفارسی کی کتاب الحجۃ، لغات القرآن فراء و معانی القرآن اور زجاج کی تفسیر وغیرہ قابلِ انتخاب ہین،

تفسیر کے دو حصے ہون گے، تفسیر السلف، التفسیر الجامع اس وقت ہمارے پاس بجز ابن جریر الطبری اور ابن کثیر کے کوئی اثری تفسیر نہین، اس موضوع پر ابن ابی حاتم کی تفسیر عمدہ شمار کیجاتی ہے، بعض علمائنے ذکر کیا تھا کہ اس کا نسخہ نجد مین موجود ہے واللہ اعلم۔

ابن حزم کی رائے ہے کہ دنیا مین بقی بن مخلد کی تفسیر سے بہتر کوئی تفسیر نہین، یہان تک کہ ابن جریر سے بھی بہتر ہے، چونکہ ہم نے نہین دیکھی نہ اب تک اس کے نسخہ کا کہین پتہ معلوم ہو سکا، اس لئے اپنی رائے محفوظ رکھین گے، بہر حال ضرور عمدہ کتاب ہوگی، اس پر زرِ خطیر صرف کرکے دنیا کے جس حصہ مین ہو اسے کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا چاہیے،

تفسیر جامع مین بہت کچھ متاخرین کی تالیفات شایع ہو چکی ہین، مگر ذیل کی تفاسیر قابلِ اشاعت ہین

کتاب التہذیب فی التفسیر للحاکم، یہ ضخیم اور عمدہ تقسیم سے تفسیر القرآن الکریم ہے، اس میں اسباب النزول، احکام القرآن، لغات، اعجاز القرآن، غرض ہر موضوع کو الگ الگ بیان کیا ہے، اس قسم کی ایک اور مطبوعہ تفسیر طبرسی کی مجمع البیان میری نظر سے گذری ہے، اس تفسیر کا نسخہ بانکی پور اور دوسری جگہ سے پورا ہوگا،

کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن للقرطبی جس کا انتخاب میں ذکر ہوا ہے، اس کے ناقص نسخے ہندوستان کے کتبخانوں میں ہیں، مگر مکمل نسخہ صرف نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم کے کتبخانہ میں تھا، اور اب غالباً لکھنؤ میں ہوگا، یہ نسخہ قدیم الخط اور نہایت صحیح ہے، مگر کہیں کہیں سے کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے یا تجلید میں قطع و برید سے کچھ نقص آگیا ہے، جس کی تلافی ممکن ہے،

تفسیر ابن العربی المالکی المسمی انوار الفجر، تفسیر ابی الحسن الاشعری المسمی المختزن، تفسیر ابن الجوزی، تفسیر ابن تیمیہ اور اسی قسم کی اعلیٰ تفسیروں کا انتخاب مطلوب و مرغوب ہے،

الحدیث و متعلقاتہ کی تفصیل اس طرح کیجا سکتی ہے،

۱- المسانید والمعاجم والسنن والجامع، (۲) علل الحدیث،

۳- شروح الحدیث واطرافہ ۴- علوم الحدیث یا مصطلح الحدیث،

مسند میں جو صحابہ کے نام پر مدون کیجاتی ہے، بہترین کتاب امام احمد رحمہ اللہ کی مسند ہے، جو عرصہ ہوا مصر سے شایع ہو چکی، مگر افسوس کہ یہ نہایت غلط اور غیر مرتب بلا فہرست شایع ہوئی، اس لئے اس سے پورا استفادہ حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت و عرقریزی درکار ہے،

اب تک جرمنی زبان میں ایک عام فہرست کتب حدیث و سیر کی شائع ہوئی ہے[1]، مگر کسی مسلمان

[1] ابھی صرف ایک جلد چھپی ہے، جو ناتمام ہے، یہ جلد سنہ ۱۹۲۷ء میں لیڈن سے شائع ہوئی ہے، ابھی اس مہینہ میں ایک اور فہرست حدیث کا اعلان ہوا ہے، جو دس برس میں جاکر پوری ہوگی، اسکا پورا حال آیندہ معارف میں ہوگا،

کو اس کی اشاعت کا خیال نہیں ہوا، عرصہ ہوا اس کی بابت ایک تجویز بعض مخیر اصحاب سے پیش کی گئی تھی اور وہ اس کے واسطے کچھ تیار بھی ہوئے تھے، مگر میں نے مناسب موقع نہیں پایا، اور یہ معاملہ مع دیگر خیالات کے بحر تجاویز و آرا میں اب تک غوطہ زنی کر رہا ہے، لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا،

کاش دار المصنفین یا اس قسم کی کوئی جماعت اس جرمنی انڈکس کا اردو یا عربی میں ترجمہ کرا کر شایع کردے، تاکہ ہم جیسے غربا اس سے مستفید ہو سکیں، اس کے واسطے علاوہ علمی مدد کے کچھ مختصر سی مالی اعانت بھی دے سکتا ہوں،

مسند احمد کی تبویب و فہرست کی خدمت علما متاخرین نے بہت کچھ کی ہے، مگر اس زمانہ میں اہلحدیث جماعت کے ایک بزرگ مولوی عبد الحکیم صاحب نصیر آبادی نے بھی محنت کرکے اسے ابواب بخاری پر مرتب کیا ہے، عرصہ ہوا، جماعت اہلحدیث نے اس کی اشاعت کا کچھ اہتمام کیا تھا، پھر جس طرح ہمارے کام انجام پاتے ہیں، اس کا بھی حشر رہا، اور کوئی مکمل حصہ شایع نہ ہو سکا،

خود میرا خیال ہوا تھا کہ اس کی سات قسم کی فہرستیں مرتب کروں، چنانچہ دو قسم کی مرتب کر چکا تھا، اور باقی کے واسطے جو راستہ اختیار کیا وہ بعید طویل و عریض تھا، پانچ چھ مسندوں کے بعد ختم کرنے پر مجبور ہوا، اس لئے کہ متعدد عوائق و اسباب علاوہ اس لق و دق میدان علمی کے حائل ہو گئے،

اب مصر سے اعلان آیا ہے کہ اس کا نسخہ مع انڈکس و تبویب از سر نو شایع ہو رہا ہے، خدا کرے اس خواب کی تعبیر صحیح نکلے،

مسند میں دوسری کتاب مسند بقی بن مخلد الاندلسی ہے، یہ امام احمد وغیرہ کے شاگرد اور بخاری و مسلم کے ہمعصر جلیل القدر امام ہیں، یہ کتاب بقول ابن حزم تمام دنیا کی مسندوں پر فوقیت رکھتی ہے، ایک عجیب صنعت اس میں یہ بتائی گئی ہے، کہ یہ مسند بھی ہے، اور سنن بھی، یعنی ہر صحابی کی حدیث کو ابواب فقہ پر مرتب بھی کر دیا گیا ہے، آٹھویں صدی تک اس کے نسخے اہل علم کے پاس

موجود تھے، علامہ ذہبی نے اپنی تجرید اسماء الصحابہ مین (جس کا نہایت غلط و محرف نسخہ دائرۃ المعارف نے عرصہ ہوا شایع کیا تھا) اس کا حوالہ اور علامت ہر نام کے ساتھ دی ہے، اب معلوم نہین اس کا نسخہ کہان ہے؟ یہ جامع ترین مسانید اور قابلِ اشاعت علمی سرمایہ ہے،

فن حدیث کی ایک اعلیٰ ترین کتاب مصنف ابن ابی شیبہ جو اصل اصول اور قابل اشاعت ہے، دو تین برس سے ہمارے مکرم صدیق و محترم مولوی عبدالتواب صاحب ملتانی تاجر کتب دینیہ محلہ قدیر آباد، ملتان، اس کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے ہین، ایک حصہ کتاب الزکوۃ والجنائز والایمان والنذور کا نہایت محنت سے شایع کر چکے اور مجھے لکھا تھا کہ اس کے جس قدر قلمی نسخے ہون اس سے مقابلہ کے لئے سفر کرنا چاہتا ہون، مگر افسوس قلت مال، کثرت حوائج و افکار، ابنائے وقت و دیار کی ناقدری نے یہ کام اب روک دیا، آج ایسے علم دوست حضرات کہان تلاش کئے جائین، جو جان و دل سے اس کی خدمت کے واسطے تیار ہون، آج علم دین کی غربت انتہائی حالت پر پہنچ چکی، مذاق زمانہ بدل چکا، اس لئے دین کے ایسے فدائی کہان سے نکالے جائین جو اس قسم کے علمی کام مین کچھ مدد دین یا انھین اسکا درد ہو،

وقد کنا نعدھم قلیلا   فقد صاروا اقل من القلیل

کیا بڑی بات تھی اگر کوئی ذی استطاعت نواب صدیق حسن خان مرحوم کی طرح ایسی کتابون کو خود چھپوا دیتا، یا اس کے پانچ چھ سو نسخے خرید لیا کرتا، خواہ وہ آہستہ آہستہ فروخت کرتا یا تقسیم کرتا محض اس لئے کہ یہ کتاب شایع ہو جائے، فن حدیث مین ایک اعلیٰ اضافہ ہو، اور غربا شائقین اس سے متمتع ہو سکین،

مین دل سے چاہتا ہون کہ دائرۃ المعارف یا اور کوئی ذی ہمت اس خدمت کو اپنے ذمہ لیلے اور مولوی صاحب سے ان کا نسخہ مناسب معاوضہ مین لیکر اس فرض سے انھین سبکدوش کر دے،

یا اور جس طرح ممکن ہو اس کی اشاعت و اتمام کا سامان کیا جائے،

آمدم برسر مطلب:- دوسری اور تیسری صدی کے محدثین نے فن حدیث مین جو مسانید و سنن کا ذخیرہ چھوڑا ہے، اس کا ایک معتدبہ حصہ شائع کرنا اہم ترین علمی خدمت ہوگی، اس ذیل مین یہ کتابین شمار کی جا سکتی ہین:-

۱- جامع سفیان الثوری   ۲- جامع عبدالرزاق الصنعانی،

۳- مسند اسحٰق بن راہویہ،   ۴- مسند الحمیدی المکی،

۵- مسند عبد بن حمید الکشی،   ۶- مسند حماد بن سلمہ

۷- مسند سعید بن منصور   ۸- مسند بزار،

۹- معجم طبرانی اوسط و کبیر، صغیر ہندوستان مین عرصہ سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۰- سنن ابن ایمن الاندلسی،   ۱۱- سنن قاسم بن اصبغ

۱۲- صحیح ابن خزیمہ،   ۱۳- صحیح ابن السکن،

۱۴- صحیح ابن حبان البستی المسمیٰ بہ "الانواع والتقاسیم" وغیرہ،

مجامیع مین کتاب الجمع بین الصحیحین للحافظ الحمیدی الاندلسی کا نسخہ قابلِ اشاعت ہے، اگر اس مین موطا کو ضم کر دیا جائے، تو مکمل متن متین ہوگا، مین نے اس کا نسخہ ایک حد تک چار مجلد مین مرتب کرلیا ہے اور آخر مین کتاب الملخص لابی الحسن القابسی الاندلسی، اور کتاب التقصی حافظ ابن عبدالبر الاندلسی سے موطا کے متون کی ایک مکمل فہرست بھی اضافہ کر دی ہے،

مجمع الزوائد ہیثمی کا نسخہ حیدر آباد مین موجود ہے، اس کا ایک قطعہ رامپور مین ہے جس سے پورا نسخہ

سلہ معارف:- مگر مولانا یہ کتابین ملتی کہان ہین، سب سے پہلے تو ان کے وجود کا پتہ لگانا اور نسخون کا بہم پہنچانا ہے، ان مین سے بعض کتابون کے ناقص نسخے اور بعض کے ایک آدھ البتہ دیکھے گئے ہین،

تیار ہو سکتا ہے، عرصہ ہوا اکی ایک جلد شائع ہوئی تھی، یہ علم حدیث کا اعلیٰ ترین خزانہ ہے، کاش دائرۃ المعارف سے یہ شائع کیاجاتا، یا اب اسکا انتخاب کسی طرح عمل مین آجاتا،

اس باب مین حافظ ابن کثیر الدمشقی کی جامع المسانید والسنن غالباً مصر مین ہے اور ابن الجوزی کی منتخب المسانید حافظ عبدالحق الاشبیلی کی جامع الصحاح اور الاحکام الکبری (ہندوستان مین ہی) اس فن کی تکملات ہین،

ابن دقیق العید کی کتاب الامام شرح احادیث الاحکام بھی نہایت نفیس کتاب ہے، اس کا جسقدر حصہ ملے قابلِ اشاعت ہوگا،

اطراف مین جو بمنزلہ انڈکس و شرح حدیث ہے، ابتک کوئی کتاب شائع نہین ہوئی، اطراف الکتب الستہ حافظ جمال الدین مزی کی جو تحفۃ الاشراف کے نام سے مشہور و معروف ہے قابلِ اشاعت ہے، اس کے متعدد قدیم نسخے ہندوستان مین دیکھے گئے ہین،

علل الحدیث مین اب تک صرف ایک مختصر کتاب ابن ابی حاتم الرازی کی پانچ چھ سال ہوئے فاضل شیخ محمد نصیف رئیس جدہ کی ہمت سے مصر مین شائع ہوئی، مگر غلط ہونے کے علاوہ اس کی فہرست نہین دی گئی جس سے پورا فائدہ اٹھانا مشکل ہوتا ہے، اگر دائرۃ المعارف اس کی فہرست و اغلاط کی اشاعت کا ذمہ لے تو مین اسے تیار کرکے بھیج سکتا ہون،

اس فن مین بہترین کتاب علل الدار قطنی ہندوستان مین موجود ہے، مگر کچھ ناقص ہے، اس کے نسخے بانکی پور، سندہ، اور حیدرآباد مین موجود ہین، کمی کی تکمیل باہر سے کرائی جائے،

علامہ حمیدی الاندلسی کا خیال تھا کہ فن حدیث کے شائقین کو تین چیزین خاص طور پر معلوم کرنی چاہئین، ۱- علل، ۲- وفیات شیوخ، ۳- رجال وضبط مختلف و موتلف، اس کے متعلق بہترین تالیف علل مین دار قطنی نے کی، (۱) اور اگرچہ موتلف و مختلف بھی اس نے لکھی ہے، مگر (۲) امیر ابن ماکولا کی کتاب الاکمال

اس بارہ مین اعلیٰ و اکمل ہے، وفیات پر خود حمیدی لکھنا چاہتے تھے، مگر ختم نہ کرسکے بعض کا خیال ہے کہ جمع بین الصحیحین کی خدمت مین مشغول رہے، اور یہ تالیف پوری نہ کرسکے واللہ اعلم،

اکمال کا نسخہ ہندوستان مین متعدد جگہ ہے، سب کی اصل ایک ہوگی، مین نہین کہہ سکتا کہ وہ نسخہ جو دار المصنفین مین ہے یا مولانا عبدالحیٔ لکھنوی صاحب مرحوم کے کتبخانہ مین یا اور کہین اس کی اعلیٰ صحت و تہذیب و تنقیح سے اشاعت ہو، یا اگر حازمی کا نسخہ تہذیب الکمال داوہام الامیر ملے تو اسی کو شائع کیاجائے، یہ رجال وضبط مختلف مین بہترین خدمت ہوگی،

شروحِ حدیث مین قابلِ قدر کتابین حسب ذیل ہین،

کتاب التمہید حافظ ابن عبد البر المغربی کی بہترین کتاب ہے، جس کی نظیر اب تک کوئی شرح نہین دیکھی گئی، ابن حزم نے اس کتاب کی بیحد تعریف کی، اور یہ اس کا استحقاق بھی رکھتی ہے، اس کی پانچ چھ جلدین ہندوستان مین میری نظر سے گذری ہین، مکمل نسخہ مدینہ منورہ یا اور کہین ہوگا، یہ کتاب اپنے فن مین لاجواب اور اعلیٰ ترین علمی کارنامہ ہے، اس کا انتخاب ازبس ضروری سمجھنا چاہیے،

ابن ماجہ کی شرح مغلطائی اگرچہ ناقص ہے، مگر جس قدر ہے، عمدہ اور فن حدیث کے بہت سے مفید مسائل پر مشتمل ہے، اس کا عمدہ قدیم نسخہ بانکی پور مین موجود ہے،

شرح ترمذی ابن سید الناس الیعمری کا جس قدر حصہ ہے، نفیس اور قابلِ اشاعت ہوگا،

علوم حدیث کی بابت رامہرمزی کی المحدث الفاصل اور خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ.

حاکم کی کتاب المدخل الی الصحیحین اور بیہقی کی کتاب المدخل الی السنن اہم ترین کتب ہین، ان کے علاوہ دو متفرق رسائل بھی خاص اہمیت رکھتے ہین، جو کسی خاص مسئلہ پر لکھے گئے، قاضی عیاض کی الالماع فی احکام الروایۃ والسماع اور شروط الائمۃ الستۃ حافظ ابن طاہر المقدسی وغیرہ،

غرض یہ اور اس طرح ہر فن کی عمدہ اعلیٰ کتابین اس طرح مرتب و منظم شائع کیجائین، کہ وہ فن کو

تکمیل کردین، اور ان سے تحقیق و تالیف مین پوری مدد ملے، گویا ایسا پورا ذخیرہ مہیا کردیا جائے کہ ایک جستجو کرنے والے کو بسہولت پورا سامان ملجائے[۱]،

امید ہے کہ یہ مختصر تنقید و نمونہ کافی و وافی اور اس سے کام مین پوری بصیرت حاصل ہوگی، اگر اس بارہ مین مزید بسط و شرح کی ضرورت ہوئی تو مکمل لائحہ عمل تیار کرکے پیش کرسکتا ہون،

ارض القرآن

حصہ اول

عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد، ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے، جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے، طبع دوم، ضخامت ۴۳۲ صفحے،

قیمت :- عہ

ارض القرآن

حصہ دوم

قرآن مجید کے اندر جن قومون کا ذکر ہے ان مین سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث ضخامت ۴۰۲ صفحے، طبع دوم، قیمت :- ۱۲ عہ

"دینیجر"

[۱] معارف :- نوادر کے صرف نامون سے کام نہین نکل سکتا جب تک انکے نسخے نہ ملین، اور وہ بھی متعدد نسخے،

مولانا شیخ محمد نور علی محدث سہسرامی

از

مولوی سید محمد عبدالرؤف صاحب ندوی مدرس مدرسہ قادریہ کاراگیا،

معارف مین "ہندوستان مین علم حدیث" کے عنوان سے جو مقالات نکل چکے ہین، اس کے نمبر ۲ مین شیخ المحدثین حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فہرست تلامذہ مین ذیل کے بزرگ کا نام نامی نہین آیا ہے، لہذا اطلاعاً نوشتہ ذیل ارسال خدمت ہے، توقع ہے کہ معارف کے کسی گوشہ مین جگہ دیکر شکریہ کا موقع فرمائینگے،

مولانا شیخ محمد نور علی محدث سہسرامی نسباً شیخ صدیقی، مذہباً حنفی، سلسلۃً نقش بندی تھے، فقہ و حدیث مین کمال تبحر حاصل تھا، آپ شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے ارشد تلامذہ سے ہین، بہار کے مشہور قصبہ سہسرام (شاہ آباد) مین ۱۲۱۵ھ مین پیدا ہوئے، فارسی اور مختصرات عربی کا درس اپنے والد ماجد سے لیا، پندرہ برس کی عمر مین علم کے شوق مین گھر سے نکل کھڑے ہوئے، اور مشہور درسگاہون مین پہنچکر بڑے بڑے اساتذہ کرام کے حلقہ درس مین بیٹھے، اور فیض حاصل کیا، مگر اس سیاحت کے تفصیلی احوال کے لئے کوئی نوشتہ موجود نہین ہے اسلئے صراحت کے ساتھ نہین کہا جاسکتا ہے کہ کہان کہان پہنچے اور کن اساتذہ سے درس لیا، باینہمہ بیس برس کی عمر مین ۱۲۳۵ھ مین شاہجہان آباد (دہلی) کا سفر کیا، اور شاہ محمد اسحٰق کے حلقہ درس مین داخل ہوکر صحاح ستہ کی کتب حدیث کو سبقاً سبقاً اس اہتمام سے پڑھا کہ جس قدر پڑھتے جاتے، اسی قدر لکھتے جاتے تھے، اور نیز افادات شیخ اور تقاریر استاذ کو حاشیہ کتاب پر نقل کرتے جاتے تھے، ساتھ ہی مسائل تصوف کی تحقیق اور باطنی علوم کا فیض حاصل کرتے جاتے تھے، کامل چودہ برس فیض صحبت مین رہ کر ظاہر و باطن سے آراستہ ہوکر ۱۲۵۰ھ مین علوم ظاہر و باطن کی سند فراغ لیکر وطن مالوف کی طرف رخ کیا، خشکی راہ طے کرتے ہوئے

شہر میں اس کے مغربی دروازہ سے اس شان سے داخل ہوئے کہ کتابیں دو گھوڑے پر بار تھیں، اور خود پیادہ پا تھے، اور اہل علم حضرات اور رؤسائے شہر پیشوائی کے لئے بڑھے اور اعزاز و اکرام سے پیش آئے، حضرت شاہ کبیر الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ سہسرام نے اپنے مدرسہ[1] خانقاہ کبیریہ کی افسری کمال آرزومندی سے شیخ کے سامنے پیش کی، شیخ نے مدرسہ میں مسندِ تدریس پر بیٹھکر ایک طرف درس و تدریس کی مجلس گرم کرکے حدیث و سنت کو فروغ دیا تو دوسری طرف مسجدوں میں منبر پر کھڑے ہو کر رسوم و بدعات کا ابطال کیا اور اہل تشیع کے رد میں پورا زور صرف کیا،

شیخ کے عہد میں سہسرام میں ایک پورا محلہ شیعیوں سے آباد تھا، ان کے اثر سے اہل سنت شیعیت میں جذب ہو رہے تھے، لہذا آپ نے دلائل کے زور اور اثر و اقتدار کی قوت سے اُن کا قلع قمع کیا، شیخ کے فضل و کمال اور درس و تدریس کا شہرہ ہوا تو بہار و بنگال اور بنارس و اضلاعِ بنارس سے طلبہ اور مشاقانِ علم جوق جوق آکر شریک درس ہوئے، سہسرام اور مضافاتِ سہسرام میں کوئی ایسا عالم نہ تھا اور نہ ہے، جس نے بلا واسطہ یا بواسطہ زانوے شاگردی تہ نہ کیا ہو، اور سبق نہ لیا ہو، صدہا ان کے فیض درس سے فاضل عالم پیدا ہوئے افسوس کہ شیخ کے تلامذہ کی کوئی فہرست ہے نہ کہیں صراحت ہے، چند کے نام و نشان معلوم ہو سکے ہیں جنکی تفصیل درج ذیل ہے،

---

[1] یہ دیرینہ مدرسہ کسی زمانہ میں درس و تدریس کے اعتبار سے بنگال و بہار میں یگانہ و بے ہمتا تھا، ابتداے وجود ۱۱۹۱ھ سے ۱۳۲۲ھ تک اس کی مسند درس پر ہندوستان کے مشہور اساتذہ و علماء متمکن رہے، جو اپنے فضل و کمال میں کافی شہرت و عزت رکھتے تھے، چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں، مولانا محمد نور علی محدث سہسرامی، مولانا محمد فصیح فقیہ غازی پوری، مولانا محمد فاروق ادیب چریاکوٹی، مولانا مصطفےٰ شیر دسنوی بہاری، مولانا سعادت حسین کشوی بہاری، مولانا عبد الوہاب منطقی بہاری، مولانا حفیظ الدین بہاری، مولانا عبد الحق یکلی بھبیت، مولانا محمد عثمان سہسرامی مہاجر مکی، مولانا استاذی محمد ابو الحسن صاحب خوشدل سہسرامی ۱۳۲۲ھ میں یعنی جبکہ درس عالیہ درس نظامیہ کی جگہ لے چکا تھا، تعلیمی لحاظ سے سابقہ روایات کا حامل تھا، اس دور کا سلسلہ مولٰنا حفیظ الدین سے شروع ہو کر خلفاً بعد خلفٍ مولٰنا محمد عثمان مہاجر مکی و مولٰنا محمد ابو الحسن خوشدل سہسرامی مولٰنا ظفر الدین مجیب دی بہاری سے منتقل ہوتا ہوا مولٰنا استاذی رحیم الٰہی صاحب منظر نگری پر ختم ہو جاتا ہے، فی الحال یہ مدرسہ قایم ہے، مگر بدنظمی کے باعث بہت پست حالت میں ہے خدا منتظمین کو توفیق دے'

شاہ محی الدین سابق سجادہ نشین خانقاہ سہسرام جانشین حضرت شاہ کبیر الدین درویش، مولوی حکیم ابراہیم علی خان سہسرام، مولوی یار محمد فرزند کلان محدث موصوف، مولوی محب حسین بلیاری، مولوی مرزا محمد بیگ،

شیخ نے ساری زندگی علوم شرعیہ کی خدمت اور درس و تدریس میں صرف کردی، کامل بارہ[1] برس درس دیکر، ۴۸ سال کی عمر میں اواخر ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی،

تاریخ وفات[1] بلغ العلی بکمالہ ہے،
۱۲۶۲ھ

شیخ کے چار فرزندوں میں سے سب سے چھوٹے فرزند مولوی محمد حسن کی اولاد سے ایک کہن سال بزرگ مولوی محمد ابو الحسن صاحب[2] خوشدل بقید حیات ہیں،

محدث موصوف الصدر کے پورے علمی و قلمی سرمایے آپ کے پاس محفوظ ہیں، حضرت شاہ صاحب سے قراءۃً و سماعاً کتب حدیث و تصوف کی جو سند شیخ کو ملی ہے، اس کی نقل حرف بحرف درج ذیل ہے:۔

نقول سند قد قرأ علی الشیخ نور علی بن الشیخ رجب علی السہسرامی و سمع کتب الحدیث من الصحاح الستۃ وغیرہا فعلیہ ان یشتغل بالکتب المذکورۃ و یعلمہا الناس و یشیع علم النبی ﷺ، وکاتب ہذہ السطور محمد اسحاق عفی اللہ عنہ ۱۲۵۰ھ الہجری،

---

[1] تاریخ مذکور شیخ کے پوتے مولوی ابو الحسن صاحب خوشدل سہسرامی کے قلم سے ہے، [2] مولوی صاحب ممدوح کو فارسی و دینیات اور مختصرات عربی میں والد ماجد سے اور درس عالیہ کلکتہ کی تحصیل میں مولانا حفیظ الدین و مولانا عبد الرحمٰن بہاری، مدرس مدرسہ خانقاہ سہسرام سے اور درس نظامیہ کی تکمیل میں مولٰینا احمد حسن کانپوری سے اور ادبیات عربی و ریاضیات میں مولانا محمد فاروق چریاکوٹی سے شرف تلمذ حاصل ہے، کامل ۳۲ سال آپ نے صرف مدرسہ سہسرام میں تعلیم دی، ۱۶ سال بحیثیت مدرس اعلیٰ اور ۱۶ سال دیگر حیثیات سے مصروف تدریس رہے، فی الحال دس سال سے مدرسہ قادریہ کاراضلع گیا میں مدرس اول کی حیثیت سے قیام رکھتے ہیں، آپ کو شاعری سے پورا ذوق ہے، تاریخ گوئی اور قصیدہ گوئی آپ کا حصہ ہے اور دیگر اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی فرماتے ہیں، پہلے بیدل تخلص کرتے تھے اب خوشدل سے مشہور ہیں سن شریف آپ کا ۷۵ سے بالا ہے، بااینہمہ درس و تدریس اور طبع آزمائی میں سارا وقت صرف کرتے ہیں" حماہ اللہ تعالیٰ عن الحوادث،

محمد اسحٰق سنہ ۱۲۲۹ھ

وایضاً اجزت لہ الکتاب المسمیٰ بالقول الجمیل تالیف الشیخ ولی اللہ المحدث الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مہر بخط نستعلیق

علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کے ارشاد کی جو سند سنی عطا ہوئی ہے، اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں،

وایضاً اجزت لہ الطرق المشائخ القادریۃ والنقشبندیۃ والچشتیۃ فعلیہ ان یشتغل بہا فاللہ الموفق لہ ولنا الحمد للہ رب العالمین،

مہر — محمد اسحٰق سنہ ۱۲۲۹ھ

سند بیعت و ارشاد کے طرز تحریر اور اسلوب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت شاہ محمد کی خلافت بھی حاصل تھی، واللہ اعلم،

بعض تحریرون سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث موصوف نے قیام دہلی کے زمانہ مین مفتی اکرام الدین صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے بھی فقہ کی بعض کتابون کا درس لیا ہے، چنانچہ ہدایہ آخرین کے خاتمۂ کتاب پر مفتی موصوف کے خاص دست مبارک سے عربی مین ایک سند مرقوم ہے، جس سے امر مذکور کی پوری وضاحت ہوتی ہے، سند بجنسہ ذیل مین نقل کیجاتی ہے،

قد تم ھذا الکتاب المستطاب بعون الملک الوھاب علی ید الاخ الصالح التقی المولوی محمد علی ساکن بلد سہسوان دار الخلافۃ شاہجہان آباد صانہا اللہ تعالیٰ عن الآفات والبلیات فی تاریخ عشرین من شہر صفر المظفر فی سنۃ ستۃ واربعین ومأتین بعد الالف من ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد کتب سبقاً سبقاً حین قرأتہ علی ھذا الفقیر الحقیر المسکین محمد اکرام الدین بن نظام الدین عفی اللہ عنہما ثم لما ختم ھذا الکتاب سألنی ان یکتب ھذا الفقیر اسطراً معدودۃ من عبارات الختم فکتب ھذا الفقیر ھذہ العبارۃ بالتماسہ اللّٰھم اغفر لی ولہ ولجمیع المؤمنین والمؤمنات بحرمۃ النبی الامی سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم، فقط

تفسیر و حدیث و فقہ کی جن کتابون کو سبقاً سبقاً آپ نے پڑھا ہے اور لکھا ہے، ان مین سے بیشتر اب تک محفوظ ہین، بڑی خوبی یہ ہے کہ قریب قریب کل محشی اور ان کے حواشی حل مطالب اور توضیح مشکلات

کے اعتبار سے متداول مطبوعہ حواشی سے بہت بہتر ہین، اور نیز تقریباً ہر کتاب پر ختم و تمام درس کی تاریخ و سنہ مرقوم ہے، ان مین سے جو کتاب نظر سے گذر چکی ہے، ان کے نام بقید سنہ اتمام درس درج ذیل ہین،

شرح وقایہ جلدین اولین کامل محشی اور بین السطور و ضمائر سے معمور سنہ اتمام درس ۱۲۴۴ھ

ہدایہ آخرین محشی سنہ ۱۲۴۶ھ تفسیر جلالین کامل جلد اول محشی کامل جلد دوم محشی از جابجا بین السطور اور ارجاع ضمائر سے پر" سنہ کرم خوردہ"

فوز الکبیر سنہ ۱۲۴۵ھ، فوز الخبیر سنہ ۱۲۴۹ھ مشکوٰۃ شریف محشی کامل سنہ کرم خوردہ، مسوّی شرح موطا شریف محشی کامل سنہ کرم خوردہ"

مصرحہ بالا کتابون کے علاوہ صحاح وغیرہ کی اور کتابین بھی ہین جو تنگی وقت اور عدیم الفرصتی کے سبب مطالعہ مین نہ آسکین،

سیرت عائشہؓ

از

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

(طبع دوم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب و فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامے، اور ان کے اجتہادات اور صنف نسوانی پر ان کے احسانات، اسلام کے متعلق ان کی نکتہ سنجیان اور معترضین کے جوابات، کاغذ لکھائی اور چھپائی اعلیٰ، ضخامت ۵۰۰ صفحے، قیمت: ا سے

"منیجر"

دیوبند کی ایک مسجد پر ایک اہم کتبہ

از

مولوی محمد عبداللہ صاحب چغتائی لکچرر اسلامیہ کالج لاہور

مجھے ایک دفعہ جناب مولانا سید انور شاہ صاحب سے ملنے کے لئے دیوبند جانے کا اتفاق ہوا، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ وہ مدرسہ سے الگ ہو کر ڈابھیل جا چکے تھے، ان کے در دولت پر پہنچکر معلوم ہوا کہ دلی تشریف لے گئے ہیں، میں نے فوراً واپسی کا ارادہ کیا، مگر اسی دوپہر کو مجھے ان کے مکان کے مقابل کی مسجد میں نماز عصر پڑھنے کا اتفاق ہوا، جو شاہ صاحب کے گھر کے شمال کی طرف ہے، جو دیکھنے سے ہرگز پرانی معلوم نہیں ہوتی، میرے ہمراہ جناب شاہ صاحب کے شاگرد مولوی یوسف صاحب پشاوری بھی نماز میں شامل تھے، فوراً میری نگاہ مسجد کے درمیانی محراب پر پڑی تو ایک عجیب سی عبارت خط نسخ میں معلوم ہوئی، جو عہد اکبری کا ایک کتبہ تھا، جسکا مجھے مسجد کی ہیئت کے مطابق وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا، میں نے اسے مولوی یوسف صاحب کی مدد سے پڑھنا شروع کیا اور اشتیاق بڑھتا گیا، بڑی محنت کے بعد بعض الفاظ صاف نہ پڑھے گئے، سیڑھی منگوا کر بھی اس کو پڑھا مگر کامیابی نہ ہوئی، پھر میں نے ایک کاغذ پر ان الفاظ کا ایک چربہ لے لیا اس کی پیمائش مستطیل سی ۹ × ۱۵ ہو گی، وہ کتبہ یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد الرد(؟) سول اللہ

بنا شد این مسجد در عہد سلطان السلاطین نور حدقہ شہریاری

مہر سپہر سلطنت و کامگاری شاہنشاہ عادل ابو المظفر محمد جلال الدین

اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بسعی و اہتمام فقیر

حقیر میرزا بیگ ابن خواجہ علی محب بخشی شہر صفر سنہ نہصد و شصت

و پنج از ہجرت

اسی کتبہ میں مجھے بہت سی باتیں تاریخی اعتبار سے اہم نظر آتی ہیں، ایک تو اس کی تاریخ صفر ۹۶۵ھ جو اکبر کے جلوس کے تقریباً دس سال بعد کی ہے، غالباً ہندوستان بھر میں اکبر کا یہ کتبہ اس کے تمام موجودہ کتبوں پر جواب تک معلوم ہیں سبقت رکھتا ہے، کیونکہ امکاناً اکبر کا کوئی قریب ترین کتبہ اگر ہو سکتا تھا تو اس کے پایہ تخت آگرہ فتح پور سیکری میں ہو سکتا تھا، مگر وہاں بھی کوئی نہیں ہے، دوسرے اس میں اکبر کی کنیت ابو المظفر لکھی ہے، حالانکہ دوسرے بعض کتبوں پر جو بعد کے ہیں ابو الفتح ہے، تیسرے اس کا رسم الخط قریب قریب دہلی کے پٹھانی دور کی عمارتوں کے کتبات سا ہے، دیوبند کو اول زمانہ سے ہی تاریخی اہمیت رہی ہے، عہد اکبری میں یہ صوبہ دہلی میں پانچویں سرکار سہارنپور میں تھا، آئین اکبری میں اس کے متعلق یہ ہے:-

"دیوبند قلعہ از خشت پختہ دارد"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اہمیت کا مقام تھا، ممکن ہے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ بانی مدرسہ دیوبند کے سامنے دیوبند کے تمام حالات منکشف تھے اور ان قدیم علمی سرگرمیوں کی وجہ سے قدرت کو پھر اسی پاک بستی سے انکی از سر نو تجدید مقصود تھی، دیوبند میں عام طور پر جو عمارتیں نظر آتی ہیں وہ تاسیس مدرسہ کے بعد کی ہیں، مدرسہ سنہ ۱۲۸۳ھ میں قائم ہوا، اور جامع مسجد جو مسجد عابد کے نام سے یاد کیجاتی ہے سنہ ۱۲۸۶ھ کی تعمیر ہے، گو ضرور ہے کہ دیوبند میں مدرسہ کے گرد و نواح میں بعض قدیم مکان نظر آتے ہیں، جو وہاں کی قدامت پر دال ہیں، بعض طلبہ نے بیان کیا کہ مدرسہ سے کچھ میل کے فاصلہ پر غیر مسلم معابد کے نشان ملتے ہیں، میرا خیال ہے اگر اسی ضمن میں مزید توجہ کیجائے تو بہت کچھ انکشاف ہو سکتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کے لوگوں کو مزید حالات کا علم ہو، بہرحال اس قدیم کتبہ مسجد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں علمی چرچا ضرور تھا، جسکی اب مدرسکی صورت میں تجدید ہو رہی ہے،

تلخیص و تبصرہ

یورپ و ایشیا پر ایک تنقیدی نظر

موسیو بول فالیری نے جو فرنچ اکاڈمی کے ایک معزز ممبر ہین، اور موجودہ یورپ مین مصنفین مین اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز، شاعر، فلسفی اور ریاضی دان تسلیم کئے جاتے ہین، موجودہ زمانہ کی مشکلات پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا اصلی فرنچ نام تو ہمکو معلوم نہین لیکن عربی مین اس کا ترجمہ "نظرات فی العصر الحاضر" یعنی موجودہ زمانہ پر تنقیدی نگاہ، کے ایک مرکب جملہ سے کیا گیا ہے، کتاب اس موضوع کے دقیق اور تفصیلی مسائل پر مشتمل نہین جیسا کہ اس زمانہ کے اور مصنفین کا انداز تصنیف ہے، بلکہ سیاست، تاریخ، اور تمدن کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتون پر شاعرانہ طرز ادا مین بحث کی گئی ہے پروفیسر ابراہیم مصری نے اس کی تلخیص کی ہے اور اس پر ایک تنقیدی نوٹ بھی لکھا ہے ذیل مین ہم ناظرینِ معارف کی دلچسپی کیلئے اس تلخیص کا خلاصہ درج کرتے ہین،

موسیو بول فالیری یورپین سیاست کی حقیقت یہ بتاتے ہین کہ

گذشتہ زمانے مین دنیا ناہموار ٹیلون کی شکل مین منقسم اور باہم غیر مربوط تھی، اور سیاست کی بنیاد انھین ناہموار ٹیلون کے درمیان مین قائم تھی، لیکن آج ملک اور ملک کے ساتھ ملکی مصالح بھی بدل گئے، اس لئے مجبوراً اس انقلاب مین قدیم سیاست کو بھی اپنا انداز بدل دینا پڑا، سلطنتون کے تعلقات پیچیدہ ہو کر باہم گتھ گئے، اور دنیا ایک عظیم الشان وحدت کی شکل مین تبدیل ہو گئی، اور اس مین اس قدر اتحاد پیدا ہو گیا جو ایک جسم کے اعضا مین ہوتا ہے، جنکی حالت یہ ہے کہ

چو عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضو ہا را نماند قرار

اس انقلاب کو علم و صناعت کی ترقی نے عموماً اور یورپ نے خصوصاً پیدا کیا ہے، کیونکہ یورپ نے

اپنی عظمت کی بنیاد اُن قوانین و اوضاع پر رکھی ہے جنکی بدولت انسان زمین کے اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کر کے اس پر اپنا قبضہ جما لیتا ہے، لیکن یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جدید علوم و فنون جنکی ترقی مین یورپ نے شب بیداریان کی ہین، فطرۃً ایک سیال اور ممتد چیز ہین، بلکہ وہ ایک ایسی قوت ہین، جو اپنے تہ مین پھیلنے کی خاصیت رکھتی ہے، اور مختلف احساسات، مختلف امزجہ اور متضاد نسلی اور مذہبی جذبات کو مخاطب نہین کرتی، بلکہ صرف عقل سے بات چیت کرتی ہے، لیکن عقلی، منطقی، اور خالص ریاضی کے قوانین ایک ایسی چیز ہین، جن پر تمام دنیا اتفاق کر سکتی ہے، اور اپنے علمی فوائد کے لئے ان کو عام طور پر تسلیم کر لیتی ہے، اس لئے گو علوم جدیدہ کو یورپ نے ایجاد کیا ہے، لیکن وہ دوسرے براعظمون مین بھی پھیل گئے ہین، اور ان براعظمون کے باشندون کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن کی رگون مین شباب کا نشاط انگیز خون دوڑ رہا ہے، جنمین آزادی و استقلال کا جذبہ عموماً پیدا ہو گیا ہے، اور وہ یورپ کے تباہ و برباد کرنے کے لئے علمی دقایق و رموز سے علانیہ کام لے سکتے ہین، چنانچہ امریکہ نے یورپ پر اقتصادی تفوق حاصل کر لیا ہے، ایشیا کی بعض قومین مثلاً روس و جاپان جدید آلات و کارخانہ جات کے قائم کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی ہین، چین و ہندوستان اپنا اقتصادی اور سیاسی نظام مضبوطی کے ساتھ قایم کرنا چاہتے ہین، اور اکثر مشرقی قومین یورپین تمدن کے لوازم سے مسلح ہو کر یورپ کی نوآبادیون پر قبضہ کرنا چاہتی ہین، اور زندگی اور آزادی کے متعلق اپنے حقوق کی خواستگار ہین، اس حالت مین اگر یورپ زندہ رہنا چاہتا ہے، تو اس کو اپنی سیاسی روش بدل دینی چاہیئے، تاکہ علم نے مختلف قومون کے تعلقات مین جو انقلاب پیدا کر دیا ہے، وہ اس کے مناسب و موزون ہو جائے؛

فن تاریخ کے متعلق یہ رائے ظاہر کرتے ہین :-

اس مین شک نہین کہ جو لوگ مستقبل پر غور و فکر کرتے رہتے ہین، وہ حال کو ماضی کی روشنی مین دیکھتے ہین اور واقعات تاریخی سے مستقبل کے حالات کا سراغ لگاتے ہین، اس لحاظ سے مختلف زمانون کے مورخین

مین باہم کوئی فرق و امتیاز نہین، تاریخ صرف نقل و روایت کا نام ہے، اور مورخ جس قدر انشا پرداز بلیغ
اور فصیح البیان ہوگا، اسی قدر ہم کو متاثر کر سکے گا، لیکن تاریخ مین بعض ایسے مافوق الفطرت واقعات
مذکور ہوتے ہین کہ مورخ حیرت زدہ ہو کر رہجاتا ہے، اور ان کی کوئی تعلیل و توجیہ نہین کر سکتا، اس لئے
مجبوراً تاریخ پڑھنے والے کو اپنے مذاق کے مطابق ان واقعات کی تفسیر کرنی پڑتی ہے، اور یہ بتانا پڑتا ہے
کہ ان مین کونسا واقعہ حقیقی ہے؟ اور کونسا خیالی؟ سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ تاریخ ایک ایسا
فن ہے جو مورخ کے جذبہ، مزاج، اسلوب اور تاریخ پڑھنے والے کے احساس اور خواہش کا تابع ہے،
لیکن باایہمہ اسکو حال کے متعلق فیصلہ کرنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، اور واقعات کی رفتار، انقلابات اور
اور اثرات کے ذریعہ سے مستقبل کی تنظیم کیجاتی ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ماضی و حال مین کوئی مضبوط
تعلق نہین ہے،

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ قدیم فلسفہ تاریخ صحیح تھا، تب بھی اسکی صحت کوئی مفید نتیجہ پیدا
نہین کرتی، کیونکہ اس کی بنیاد اس نظریہ پر قایم ہے، کہ "دنیا متفرق تودون کا ایک مجموعہ ہے، جس کے
مصالح مین اختلاف ہے اور وہ باہم ایک دوسرے سے برسر جنگ رہتے ہین" لیکن آج تو دنیا
ایک اقتصادی اتحاد کا نام ہے، اس لئے جب تک قدیم فلسفہ تاریخ کے علاوہ اس کے لئے کوئی دوسرا
فلسفہ تاریخ نہ بنایا جائے، وہ فنا ہو کر مٹ جائیگی، حالانکہ یہ علانیہ نظر آتا ہے کہ مدبرین یورپ کے جذبات
و خواہشات تاریخ کے مطالعہ، واقعات کی یاد اور اس خواہش سے پیدا ہوتے ہین کہ تاریخی واقعات
کے اصول و قواعد کو ایسی دنیا پر منطبق کیا جائے، جسمین کسی قسم کا لگاؤ نہین، یورپ کے ایک سیاسی
مدبر کے سامنے جب کوئی عظیم الشان اور اہم واقعہ پیش آتا ہے، تو وہ یہ نہین سمجھتا کہ وہ اپنی نوعیت کا
صرف تنہا واقعہ ہے، بلکہ وہ متعدد تاریخی واقعات سے اس کا تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے، حالانکہ تاریخ اس
واقعہ کی نظیر سے ناآشنا ہوتی ہے، اور اس کے لئے ایک جدید اور تازہ حل کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہ

بدبر اس کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اُس کے دماغ مین جو تاریخی واقعات محفوظ ہوتے ہین، انکی طرف رجوع
کرتا ہے اور جدت و ابداع سے بھاگتا ہے، اور جدید واقعہ کے لئے جدید حل تلاش نہین کرتا، اس غلط طریقہ
سے تاریخ ایک سیاسی مدبر کے ذہن کو خراب کر دیتی ہے اگرچہ دنیا روز بروز آگے بڑھتی اور نئے نئے قالب
بدلتی رہتی ہے، لیکن باایہمہ قدیم بوسیدہ فلسفہ تاریخ کی اب تک محکوم بنی ہوئی ہے، اسمین شک نہین کہ
تاریخ طاعون اور ہیضہ سے بھی زیادہ قومون کو تباہ کرتی ہے، لیڈر لوگ اپنی خواہشون کے مطابق تاریخ
کی تفسیر کرتے ہین، اور قوم اس شبِ تاریک مین عجیب عجیب پریشان خواب دیکھتی ہے، جنگی مفاخر کا غلغلہ
بلند کرتی ہے، اور قدیم نسلی جھگڑون کو یاد کرتی رہتی ہے، اور آیندہ نسل کے دلون مین جنگی جذبات کا بیج
بوتی ہے، جیسا کہ آج اٹلی کی حالت ہے،

یورپ کی علمی حالت یعنی یورپین طریقہ بحث و نظر کے متعلق رقم طراز ہین:-

یورپین طریقہ نظر و فکر مین عجیب تناقض پایا جاتا ہے، ایک طرف تو صرف علم ہی علم ہے، جس مین
کوئی غرض شامل نہین، آزاد و فیصلہ کن، پاک و صاف ضمیر، نقاد، دقیق اور بحث کرنے والی عقل ادنا
وار جاس کی آمیزش کی متحمل نہین، لیکن یہی علم جب سیاسی مدبرین کے دماغ مین آتا ہے، تو خطرناک خواہشون
سلسل ہوس رانیون، اور طرح طرح کے مصیبتون کی صورت مین بدل جاتا ہے،

مدبرین یورپ اور ان کی خیانتون کے متعلق تحریر فرماتے ہین کہ:-

یورپ کی تاریخ مین یہ بات خاص طور پر نظر آتی ہے کہ یورپ کی کوئی سلطنت اپنے اقتدار کو
پچاس سال سے زیادہ قایم نہ رکھ سکی، چارلس پنجم، لوئیس چہارم، نپولین، میٹرنک اور بسمارک یورپ کے
سب سے بڑے مدبر ہین، لیکن ان کی کوششون کی بہار چالیس پچاس سال سے زیادہ قایم نہ رہ سکی،
کیون؟ اس لئے کہ جس وقت یورپ کے ممتاز دماغ، یورپ کی ذہانت کی ترقی مین انتہائی
کوششین کر رہے تھے، مدبرین یورپ کی خیانت ان کے مقصد مین خلل انداز ہوتی تھی جس کی

کی صورت یہ تھی کہ عقلاے یورپ نے جن قومون کو محکوم بنانا چاہا تھا، مدبرین یورپ انھین کو وہ آلات و ذرایع عطا کرتے تھے جن پر یورپ کے عظمت کی بنیاد قایم تھی، اپنے تمدن و تہذیب کی اشاعت کے لئے ان مدبرین کا دور دراز ممالک مین آلات و ادوات کے ساتھ مخصوص ماہرین فن کا بھیجنا، مدارس جاری کرنا، فوج اور بیڑا مرتب کرنا اس اقتدار کے منافی تھا جس کو عقلاے یورپ دنیا مین قائم کرنا چاہتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کی طاقتین ان قومون مین پھیل گئین جنکی مردم شماری تو یورپ کی مردم شماری سے زیادہ، لیکن ان کی عقلی طاقت یورپ کی عقلی طاقت سے کم تھی،

اگر یہ خیال کیا جائے کہ ایشیا کا رقبہ یورپ کے رقبہ سے چوگنا بڑا ہے امریکہ کی وسعت بھی ایشیا سے کم نہین، چین کے باشندے بھی یورپ کے باشندون کی تعداد کے برابر ہین، اور جاپان کی مردم شماری جرمنی کی مردم شماری سے زیادہ ہے، اور یہ سب کے سب دل و جان سے اس کوشش مین مصروف ہین کہ یورپ مین تمدن و تہذیب کے وسائل اختیار کرین، تو یقیناً یہ ماننا پڑیگا کہ یورپ خطرے مین مبتلا ہے،

آج جبکہ ایشیا مین کانین دریافت ہو رہی ہین، ایشیا کے شہر آلات و کارخانجات سے بھرے ہوئے نظر آتے ہین، وہان فولاد، حریر، چاندی اور کیمیاوی پیداوارون کی کثرت ہے، جنکو وہ ارزان قیمت پر اس لئے فروخت کر رہا ہے، کہ وہان مزدورون کی کثرت کے ساتھ ان کی شرح اجرت بھی معتدل ہے، اور جدید وسائل صحت بھی وہان پھیلتے جاتے ہین، ایسی حالت مین مدبرین یورپ کو سمجھنا چاہیے کہ انکی دقیانوسی سیاست کا اب کوئی اثر باقی نہین رہا، اور غلبہ تعداد اور تعداد کے تفوق کو ہے، اس لئے انھون نے اپنے تمدن کو فروخت کر دیا ہے:-

مشرق و مغرب کا موازنہ اس طرح کرتے ہین:-

جدید مغرب اور قدیم مشرق مین صرف یہ فرق ہے کہ مغرب صرف اسی آن تک زندہ ہے جسمین وہ پیدا ہوا ہے لیکن مشرق ابد تک زندہ رہے گا،

مغرب دنیا کی فضا کو اس لئے تنگ کر رہا ہے کہ وہ اس کو سمجھنا چاہتا ہو، یا کم از کم اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اس کو سمجھ سکتا ہے، لیکن مشرق تمام کائنات کو صرف ایک اجمالی اور عمومی تصور مین جس کے اجزا، مذہب شاعری اور فلسفہ مین شامل کر لیتا ہے،

مغرب سرعت دقت، ندرت، اور جدت کی تلاش مین ہے، لیکن مشرق ان چیزون کو ایک دردسر سمجھتا ہے،

مغرب ایک چیز کو پیدا کرتا ہے، پھر اس کو فنا کر دیتا ہے، دوبارہ پھر پیدا کرتا ہے، اور پھر فنا کر دیتا ہے، غرض وہ کسی خیال اور عقیدے پر قایم نہین رہتا، گویا اس نے خیالات کا ایک تھیٹر قایم کر رکھا ہے، جس کے پردے ہر وقت بدلتے رہتے ہین، یورپ کی اصطلاح مین اسی کا نام قانون تطور یعنی قانون انقلاب یا اصول ارتقاء ہے، لیکن مشرق شدت کے ساتھ اپنی گذشتہ چیزون کی پابندی و حفاظت کرتا ہے، وہ یورپ کو ایک تفریحی نگاہ، تبسم زیر لب اور تمسخر آمیز طریقے سے دیکھتا ہے، اور ان تغیرات و انقلابات پر اس طرح غور کرتا ہے، جیسے ایک صوفی شاعر پانی کے بلبلون پر،

مغرب صرف اسی دنیا کے لئے عمل کرتا ہے، اور مشرق دوسری دنیا کی دائمی زندگی کا خواستگار ہے، مغرب قوت کی پوجا کرتا ہے، اور مادہ کو مقدس سمجھتا ہے، لیکن مشرق صرف روحانی اسوہاے حسنہ کی عزت کرتا ہے،

چینیون نے قطب نما، بارود اور چھاپہ کا فن ایجاد کیا، لیکن ان سے کام لینے کی طاقت یورپ نے حاصل کی اور یہ معلوم کیا کہ دنیا مین ان کے ذریعہ سے کیونکر انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مشرقی شخص کو موجودہ زندگی اور اس کے تغیر و اصلاح سے کوئی دلچسپی نہین وہ اپنے آپ کو اس سے بلند سمجھتا ہے، اور روحانیت کو چھوڑ کر موجودہ حقایق علمیہ کی پست سطح پر کھڑا ہونا اپنی علوے شان کے منافی سمجھتا ہے، لیکن مشرق کا یہ میلان گذشتہ زمانہ مین تھا، ورنہ آج حالت

بالکل بدل گئی ہے، اور ہر تعلیم یافتہ مشرقی شخص کے دماغ مین یہ سودا سمایا ہوا ہے کہ وہ دنیا کے عملی جہاد کا ایک سپاہی بنکر یورپ کے مقابلہ مین کھڑا ہو جائے، اور جہان تک ممکن ہو اس کی تقلید کرے، اس طرح مشرق و مغرب کا یہ اتحاد جب مکمل ہو جائیگا تو وہ یورپ پر غلبہ حاصل کریگا، لیکن یہ سوال کہ اس وقت یہ مصنوعی تمدن اپنی موجودہ شکل مین قایم رہیگا، یا مشرق اس کو دوسرے قالب مین ڈھال دیگا، ہر دست لاینحل ہے، اور اس کی نسبت کوئی پیشینگوئی نہین کیجا سکتی،

یہ یورپ کے ایک مشہور فلاسفر، مشہور شاعر، مشہور مصنف اور مشہور ریاضی دان کے خیالات ہین اور بظاہر نہایت دلچسپ ہین، لیکن آخران مین ہماری دلچسپی، بلکہ دلچسپی سے زیادہ ہمارے فائدہ کی بات کیا ہے؟ کیا یہ ایک آزاد خیال اور صاف گو مصنف کی رائے ہے، جس کا تعلق صرف اجتماعی اور سیاسی مقاصد سے ہے؟ یا یہ ایک امن دوست شخص کے خیالات ہین؟ یا منافقانہ طور پر در پردہ شاندار انشا پردازانہ الفاظ مین یورپ کو اقتدار و استعمار (نوآبادیان قائم کرنا) کے لئے بھڑکایا گیا ہے؟ اصلی بات یہ ہے کہ ان مصنف کی خالص اور بے لاگ رائے کا پتہ نہین چلتا، اس نے پرانی سیاست کی بیخ و بن کو اکھاڑ کر پھینک دیا، تاریخ کے ارکان کو بھی جس سے اس سیاست کو فائدہ پہنچتا تھا، متزلزل کر دیا، لیکن اس نے یورپ کے سامنے کوئی واضح سیاسی لائحہ عمل نہین پیش کیا، پھر کیا اس مصنف کے سامنے کوئی مقصد ہی نہین تھا جس کو وہ اپنے ناوک کا نشانہ بناتا؟ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ پول فالیری اگرچہ یورپین سیاست کی تجدید کرنا چاہتا ہے، اور اس کو موجودہ دور کی روح کے مطابق بنانا چاہتا ہے، لیکن دل سے وہ ایک خالص یورپین ہے، یعنی نفس عالم انسانیت کے انجام و عواقب کی اس کو پروا نہین، صرف یورپ کا دردناک انجام اس کے دل مین غصہ اضطراب اور ہیجان پیدا کر رہا ہے، وہ یورپین ہے اور یورپ ہی کی حمایت کر رہا ہے، اور اپنے بھائیون کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کر رہا ہے، اور یہ چاہتا ہے کہ یورپ کی تقلیدی سیاست کی اصلاح خود یورپ کے مصالح کے

لحاظ سے ہو نہ کہ عام عالم انسانیت کے مصالح کے لحاظ سے، لیکن اس کے دل مین کس چیز نے یہ احساس پیدا کیا؟ اور کس کی ضد سے وہ اصلاح کی دعوت دے رہا ہے؟ غور کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ مشرق اور اہل مشرق کی ضد ان اصلاحی خیالات کی محرک ہے، اسکو خوف ہے کہ مشرق یورپ پر خود مغرب ہی کے ہتھیاڑ سے حملہ نہ کر دے، وہ ایشیا کو ایک دشمن خیال کرتا ہے، جو بڑھتا ہے، بڑا ہوتا ہے، متمدن بنتا ہے، اور آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے، صرف ایشیا ہی سے نہین بلکہ مختلف مشرقی قومون سے بھی وہ خائف نظر آتا ہے، اس لئے وہ یورپ کو جھنجھوڑتا ہے کہ بیدار ہو، خطرات کو محسوس کر، مستقبل بعید کو دیکھ، پرانی عداوتون کو پس پشت ڈال دے، اور مشرق اور مشرق کی ترقی کے خلاف متحد ہو جا، حقیقت مین یورپ کے تمام علما یورپین دماغون کو دول یورپ کے اتحاد کے لئے آمادہ کر رہے ہین، ایک طرف امریکن اقتدار کا خاتمہ ان کے پیش نظر ہے اور دوسری طرف وہ مشرق کے دست و بازو کو توڑنا چاہتے ہین، لیکن یورپ جو اتحاد بھی قائم کرتا ہے، اس کی قیمت مشرق کو ادا کرنی پڑتی ہے، اور یہی نکتہ ہے، جسکو چاہئے کہ ہم اچھی طرح سمجھ جائین، پول فالیری کا یہ فقرہ کہ "یورپین مدبرین نے اپنے تمدن کو مشرقیون کے ہاتھ فروخت کر ڈالا ہے" کس قدر نفرت انگیز ہے، کیا تمدن کو صرف ایک ہی جنس، ایک ہی براعظم اور ایک ہی دماغ پر وقف ہو جانا چاہئے، کیا اسی کا دوسرا نام استعمار نہین ہے؟ ٹیگور وغیرہ کے خیالات سے ان خیالات کو کیا نسبت ہے؟ یہ لوگ چاہتے ہین کہ تمام قابلیتین ایک ہی تمدن مین مدغم و منضم ہو جائین اور ایک ایسا سیاسی نظام قائم کیا جائے جس کی بنیاد انسانیت، راحت اور امن و سلامتی پر قائم ہو اور ان سے تمام دنیا فائدہ اٹھائے،

یہ مقصد نہین کہ یورپ صرف متحد ہو جائے، بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنے علوم، تمدن اور ذہانت سے ایسا جدید انسانی نظام قائم کر دے جو ایک متحدہ انسانیت کے لئے موزون ہو، لیکن اجتماعی تفوق، نسلی تعصب اور اپنے فائدہ اور دوسرون کی ضد کیلئے اتحاد، یہ سب ایسی چیزین ہین جو صورت حال کو بالکل اس کے برعکس کر دیتی ہین، اور ایسی حالت مین ابھرنے والے اور کام کرنے والے مشرق ہی کو جیسا کہ خود پول فالیری کی پیشینگوئی ہے کامیابی حاصل ہوگی،

"ع"

اخبار علمیہ

تاریخ کی تعلیم سینما کے ذریعہ سے

انگلستان کے ابتدائی اور ثانوی مدارس مین سینما کے ذریعہ سے تاریخ کی تعلیم کا تجربہ گذشتہ تین سال سے ہو رہا تھا اس کے متعلق انجمن تاریخ (HISTORICAL ASSOCIATION) نے حال مین جو رپورٹ شائع کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ تاریخ کے معمولی طریقہ تعلیم کی نسبت یہ جدید طریقہ بہتر ہے، اس کے فوائد حسب ذیل بیان کئے جاتے ہین:۔

(۱) اس طریقہ سے ماضی اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ نہایت واضح طور پر آنکھون کے سامنے آجاتا ہے، یہ بات کسی اور طرح ممکن نہین ہے، (۲) یہ شوق کو ابھارتا ہے، اور دوسری دماغی کوششون کی طرف بچون کو ترغیب دیتا ہو، یہ خیال غلط ہے کہ اس طریقہ کی تعلیم سے دماغی انفعالیت پیدا ہوتی ہے، مضمون سے جو دلچسپی اس طرح پیدا ہوتی ہے وہ قائم بھی رہتی ہے (۳) اس سے قوت متخیلہ کو تقویت پہنچتی ہے، بچے زمانہ گذشتہ کے مرد اور عورتون کی زندگیون اور اُن کے جذبات سے کسی حد تک واقف ہوجاتے ہین، اور ان کے ماحول کو زیادہ صاف طور سے دیکھ لیتے ہین، (۴) اس سے بچون مین کسی ایک مضمون کے مختلف پہلوؤن کو یکجا کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے، (۵) یادداشت کو تقویت پہنچتی ہے، (۶) اس طریقہ سے بچون کو اپنے خیالات کے اظہار یا مناظر کے بیان کے لئے خود ہی مناسب الفاظ تلاش کرنے پڑتے ہین، اور وہ صرف استاد یا کتاب کے الفاظ پر قناعت نہین کر سکتے (۷) یہ بچون کے سامنے استاد یا درسی کتاب کے نقطۂ نظر کے علاوہ ایک دوسرا نقطۂ نظر پیش کرتا ہے، (۸) یہ طریقہ تعلیم کے

علاوہ بچون کے لئے ایک سامانِ تفریح بھی مہیا کرتا ہے، اور اس طرح ان کی دلچسپی تاریخ سے بڑھتی جاتی ہے،

طیارون سے ایک نیا خطرہ

ہوابازی نے صحت عامہ سے متعلق بالکل نئے مسائل پیش کر دیئے ہین، صحت کے وہ قوانین جو بندرگاہون مین نافذ ہین، اب کسی ملک کو ان وبائی بیماریون سے محفوظ نہین رکھ سکتے، جو دوسرے ملکون کے مسافرون کے ساتھ کبھی کبھی آجاتی ہین، وجہ یہ ہے کہ جو سفر پہلے چار پانچ ہفتون مین ہوا کرتا تھا، اب چند دنون مین ہو جاتا ہے، اور جو کیڑے بحری سفر مین فنا ہو جاتے تھے اب ہوائی جہازون کے ذریعہ سے زندہ اور سلامت چلے آتے ہین، اور مسافر ہر قسم کے جراثیم کے ساتھ ملک مین داخل ہو جاتے ہین، برطانوی طبی انجمن مین اس مسئلہ پر جو بحث ہوئی اس مین اس خطرہ پر بہت زور دیا گیا کہ زرد بخار کے مچھر طیارون کے ذریعہ سے افریقہ سے ایشیا مین آجائین گے، سر میلکم واٹسن نے بیان کیا کہ اگر ایسا ہوا تو سمجھنا چاہئے کہ ہماری تہذیب و تمدن کا خاتمہ ہو جائیگا، اس خطرہ کے انسداد پر غور کیا جارہا ہے، اور اب تک جو قوانین اس کے متعلق بنائے گئے ہین، ان مین بہترین وہ ہین جو ممالک متحدہ امریکہ مین یکم جنوری سنہ ۱۹۳۰ء سے نافذ ہین،

ایک جدید کولمبس

جولیو گلن (JULIOQUILLIN) نامی اسپین کے ایک بحری افسر نے ایک ایسا جہاز تیار کرایا ہے، جو کولمبس کے مشہور جہاز سینٹا میریا (SANTA MARIA) کا صحیح مثنیٰ ہے، یہ وہی جہاز ہے جسمین سفر کر کے کولمبس نے ۱۴۹۲ء مین دنیاے جدید کو دریافت کیا تھا، اسپین کے اس جدید کولمبس نے بھی ایک جدید سینٹا میریا تعمیر کر کے امریکہ پہونچنے کا قصد کیا ہے، اس جہاز مین کوئی ایسے آلات استعمال نہ کئے جائین گے، جو پندرہوین صدی مین رائج نہ تھے، بھاپ کی جگہ بادبان کام دین گے، اور اسی قسم کا قدیم قطب نما استعمال کیا جائیگا جو کولمبس کے زمانہ مین مستعمل تھا،

سبز خون

پروفیسر منروفاکس (MUNROFOX) برمنگھم یونیورسٹی نے یہ حیرت انگیز نظریہ پیش کیا ہے کہ غالباً انسانی جسم کا خون کسی زمانہ مین بجائے سرخ کے سبز تھا، دلیل یہ ہے کہ انھون نے بعض دریا کے ایسے حشرات البحر معلوم کئے ہین جنمین خون کی طرح ایک رقیق مادہ ہوتا ہے، لیکن اس کا رنگ بجائے سرخ کے سبز ہوتا ہے، ان کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ ان جانورون سے دور کا تعلق رکھتے ہین جو پہلے کیڑون کی شکل مین تھے، اور جن سے بنی نوع انسان کا ارتقا، عمل مین آیا ہے، پروفیسر موصوف کا بیان ہے، اب سے لاکھون برس پہلے جبکہ روے زمین کی بہترین مخلوقات بھی کیڑے تھے، جن کے اعزہ آج بھی سمندرون مین پائے جاتے ہین، ممکن ہے کہ ان حشرات البحر کی دو قسمین رہی ہون، ایک وہ جنکا خون سرخ ہو رہا تھا، اور دوسری وہ جنکے خون کا رنگ سبز تھا، کسی سبب سے انھین کیڑون مین ارتقا شروع ہوا، جنکا خون سرخ تھا، اور لاکھون سال کے بعد وہ بالآخر انسان کی شکل مین نمودار ہوے، سبز خون کے کیڑے اپنی قدیم حالت پر قایم رہے، اور اس وقت اسی حالت مین پائے جاتے ہین،

ہندوستان مین انگریزون کی علم دوستی

سر اڈورڈ گیٹ (SIR.E.GAIT) صدر کونسل رائل سوسائٹی آف آرٹس نے اپنے خطبہ صدارت مین انگریزون کی علمی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ جس وقت برطانیہ نے ہندوستان کی زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی تھی، یہان کے ادب وتاریخ کا اکثر وبیشتر حصہ نامعلوم تھا، چنانچہ مسلمان بادشاہون سے قبل کی مسلسل تاریخ کے لئے کافی مواد فراہم نہ تھا، ان کا خیال ہے کہ اس کھوئی ہوئی دولت کو دوبارہ حاصل کرنے کا فخر انگریزون ہی کو حاصل ہے، پہلا انگریز فاضل جس نے سنسکرت زبان کی مہارت حاصل کی سر چارلس ولکنس (SIR CHARLES WICKINS) تھا، اس نے ۱۷۷۹ء مین ایک سنسکرت قواعد شایع کی، اور پھر چھ سال بعد بھگوت گیتا کا ترجمہ شایع کیا، اس کے بعد اور کتابون

کے ترجمے بھی انگریزی زبان مین کئے گئے، لیکن یہ امتیاز سر ولیم جونس (SIR.W.JONES) جج عدالت العالیہ کلکتہ کو نصیب ہوا کہ اس نے ہندوستان کے علوم قدیمہ کی تحقیق وتفتیش کو ایک منظم اور باقاعدہ صورت مین قائم کر دیا، ۱۷۸۴ء مین اس نے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی بنیاد رکھی، اس سوسائٹی نے فوراً ہی علمی تحقیق کا کام شروع کر دیا اور مختلف شعبون مین بہت نمایان ترقی حاصل کی، تقریباً بیس سال بعد ایسی ہی سوسائیٹیان بمبئی، مدراس اور پیرس مین بھی قائم ہو گئین، ۱۸۲۳ء مین کول بروک (COLEBROKE) نے جو بیس سال تک ہندوستان مین بسلسلہ ملازمت رہ چکا تھا، انگلستان واپس پہونچ کر رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹین اینڈ آئرلینڈ قائم کی، ہندوستان کے قدیم کتبون کی تحقیق مین بھی انگریزون نے بہت نمایان حصہ لیا خصوصاً اجنٹا، الیفینٹا، الورا، اور کھنڈ گیری کے غارون مین جو آثار قدیمہ دستیاب ہوئے وہ زیادہ تر انہی کی کاوشون کا نتیجہ ہین،

انجیل کی ایک جدید تدوین

عنقریب مطبع شکاگو یونیورسٹی سے انجیل کا ایک جدید نسخہ شایع ہونے والا ہے جس کی زبان موجودہ نسخہ کے مقابلہ مین زیادہ سہل اور آسان ہوگی، اب تک تین سو سال سے زیادہ سے جو نسخہ انگریزی زبان مین رائج ہے، وہ شاہ جیمس (انگلستان) کا تیار کردہ ہے، اور اپنی سلاست کی وجہ سے نہایت مقبول عام ہے، لیکن امریکہ کے بعض اہل قلم کے نزدیک اس کی زبان کو سہل تر بنانے کی ضرورت ہے، یہانتک کہ آٹھ سال کا بچہ بھی آسانی کے ساتھ اسے پڑھ اور سمجھ سکے، چنانچہ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر یہ نسخہ تیار کیا گیا ہے، اس کی تیاری مین آٹھ ہزار قلمی نسخون سے مدد لی گئی ہے،

"ع ز"

ادبیات

کلامِ طاہر

از

جناب صفی الدولہ حسام الملک نواب سید علی حسن خان صاحب طاہرؔ

آباد ہے دنیائے تمنا مرے آگے
خود میری ہی ہستی ہے تماشا مرے آگے

اک معجزۂ زندہ ہے قرآن کا مرے پاس
شرمندہ ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے،

ہیں کیفِ مے ذات سے وہ مستِ ازل ہوں
قلقل نہیں کہتا کبھی مینا مرے آگے

ہے کعبۂ مقصود مرا منزلِ جانان،
ہیں سنگِ نشانِ دیر و کلیسا مرے آگے

ہے حسنِ تعین سے کہیں ارفع و اعلیٰ
افسانہ ہے اک محمل و لیلیٰ مرے آگے

چھایا ہے نظر میں رخِ پرنور کا جلوہ
خورشید ہے ہر ذرۂ صحرا مرے آگے

ہے مے کا تصور بھی مے عشق کی توہین
لائے نہ کوئی ساغر و مینا مرے آگے

دنیا کو پلٹ دیتی ہے تاثیرِ محبت
اک وہم ہے ماہیتِ اشیا مرے آگے

کہتے ہیں جسے جلوہ وہ خود حدِ نظر ہے
اک پردہ ہے، ہر دیدۂ بینا مرے آگے

طاہر ہے ہر اک نشۂ اغراض میں سرمست
میخانہ سے کچھ کم نہیں دنیا مرے آگے

فکرِ عزیز

از جناب محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

کس کس انداز سے ہوتے ہیں وہ پنہاں ہم سے
دیکھ لیتے ہیں مگر آئینہ ساماں ہم سے

ایسا تاریک ہوا قالبِ انسان ہم سے
روح سے ہم ہیں خجل روح پشیماں ہم سے

دیر و کعبہ کی دوراہی ہیں گریزاں ہم سے
کفر آزردہ ہے اسلام پشیماں ہم سے

شکنیں دامنِ ایمان کی مٹائے نہ مٹیں
چین برابر وہ ہے ہر اک آیتِ قرآں ہم سے

جادۂ کفر بنائی گئی سرِ منزلِ دوست
شکوہ کرتا ہے یہ زنار رگِ جاں ہم سے

پھر کریں گے ہمیں اس رسمِ کہن کو تازہ
طور پھر ہوگا، کبھی شعلہ بداماں ہم سے

آئینہ خانے میں لے زلف بنانیوالے
دیکھے جاتے نہیں اب خواب پریشاں ہم سے

دل لیا، دین لیا، پھر بھی نہ بدلے تیور
یہ نگاہیں تری غارتگرِ ایماں ہم سے

بجلیاں ٹوٹ پڑینگی دلِ بیتاب ابھی
ہل بھی جائیگا اگر پردۂ ایواں ہم سے

صبحِ محشر ہو بپا، ظلمتِ دنیا چھوٹے
کیوں چھڑاتے ہو ابھی گوشۂ داماں ہم سے

خونِ گلرنگ بہا دیدۂ تر سے اکثر
بارہا فاش ہوا رازِ گلستاں ہم سے

نہ چلا فطرتِ مجبور پہ قابو نہ چلا
آہ پامال ہوئی رفعتِ انساں ہم سے

ضبطِ وحشت کا زمانہ نہیں دشوار ہوا اب
خندۂ زیرِ لب و گریۂ پنہاں ہم سے

ہیں خس و خارِ نشیمن میں بہت کچھ دعوے
لے ملائیں تو نوا سنجِ گلستاں ہم سے

جھٹکے ہچکی نے دیئے روح عرق ہو کے بہی
جب کھلا ہے کہیں قفلِ درِ زنداں ہم سے

سانس لیتے ہیں اب اڑتی ہیں لہو کی چھینٹیں
کیا چھپائے سے چھپے کاوشِ مژگاں ہم سے

یادِ ایام طرب خیز کہ زندہ تھے عزیز
کم تھے اس میکدے مین مست و غزلخوان ہم سے

تجلیات

از جناب عبد السمیع صاحب پال اثر صہبائی ایم اے ال بی سیالکوٹ

دیر و حرم سے بے نیاز ہو جو ترا آشنا ہوا — اسکو کسی سے کیا غرض! جسکا تو مدعا ہوا
شوکتِ دو جہان مرے پاؤن مین ہو گری ہوئی — کونسی بارگاہ مین! سر ہے مرا جھکا ہوا
اس کی نظر مین ہیچ ہین قیصر و جم کی عظمتین — وہ تو ہے سب کا آسرا جسکا تو آسرا ہوا
سرحدِ عقل سے پرے، رفعتِ عرش سے بلند — جانے کہان نکل گیا مین تجھے ڈھونڈتا ہوا
تم تو نگاہ پھیر کر ناز سے مسکرا دیئے، — شیشۂ آرزو مگر ٹوٹ کے کیا سے کیا ہوا
کشتیٔ زندگی مری چھپ تو گئی نگاہ سے — یہ نہ کبھی کھلا مگر حشر پھر اس کا کیا ہوا
بزمِ جہان کا حسن ہو موجِ طلسمِ رنگ و بو — دیدۂ شوقِ پاکباز تارکِ ماسوا ہوا[1]
گلکدۂ بہار یا میکدۂ جمال ہے، — آپ سے کھو گیا ہون مین حسن کو دیکھتا ہوا

یہ بھی عجیب راز ہے میری حیات کا اثر
مائلِ کشمکش ہون مین جبر کو جانتا ہوا

لغاتِ جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری یعنی لغت، قیمت عہ

[1] معارف:- بعض اہل عروض اسکو جائز نہیں رکھتے۔

مطبوعاتِ جدیدہ

آخری نبی آنحضرتؐ اور سرکار کا دربار — از جناب الیاس احمد صاحب مجیبی فرخ آبادی حجم بہ ترتیب ۳۰،۴۸، اور ۴۸ صفحات تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی بچون کے مناسب قیمت بہ ترتیب ۴ر ۶ر اور ۱۰ر پتہ :- دفتر سرکار کا دربار نامپلی حیدرآباد دکن،

مسلمان بچون کے لئے ایسی مذہبی کتابون کی عام اشاعت کی ضرورت ہے، جو سہل اور آسان بان مین لکھی گئی ہون، اور آج کل کی ضرورت کے مطابق ہون جناب الیاس احمد صاحب مجیبی کو چند سال سے اس کا احساس ہوا ہے اور ان کے قلم سے اس قسم کے مختلف رسالے نکلے ہین، جنمین سے آخری نبی، آنحضرت اور سرکار کا دربار اس وقت پیش نظر ہین، ان مین آنحضرت صلعم کے حالات طیبہ موثر انداز مین بچون کی عقل و فہم کا لحاظ رکھتے ہوئے بیان کئے گئے ہین، رسالہ "آخری نبی" بالکل کم سن بچون کیلئے ہے، "آنحضرت" اور اس کے بعد "سرکار کا دربار" بڑے لڑکون کے لئے ہے، یہ رسالے بچون مین رائج کرنے کے لایق ہین،

تذکرۂ پاک، از مولوی حکیم محمد ابراہیم صاحب رحمانی حجم ۱۲۰ صفحے، لکھائی چھپائی معمولی کاغذ اچھا قیمت عہ، پتہ :- حکیم محمد ابراہیم صاحب رحمانی محلہ خلیفہ باغ بھاگلپور،

مولوی حکیم محمد ابراہیم صاحب رحمانی کی کتاب حیات المفسرین کا سال گذرے ان صفحات مین تذکرہ کیا جاچکا ہے "تذکرۂ پاک" اسی کا دوسرا حصہ ہے، جسمین شیخ محی الدین ابن العربی کے حالات و سوانح کسی قدر تفصیل سے اور چند دوسرے مفسرین و علماء کے حالات اجمال کے ساتھ بیان کئے گئے ہین،

ہندو اور عیسائیون کے لئے ایک کتاب، مرتبہ مولوی ابو محمد مصلح صاحب ناشر دفتر قرآنی تحریک، حیدرآباد دکن، حجم ۱۲۰ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی کاغذ اوسط درجہ، قیمت عہ

یہ رسالہ سلسلۂ اشاعتِ قرآن کی ایک کڑی ہے، جسمین اوّلاً نفس مذہب پر اصولی حیثیت سے گفتگو کی گئی ہے اور پھر ہندو اور عیسائی مذہب کی اخلاقی تعلیمات پیش کرکے قرآن کی اخلاقی تعلیمات بتائی گئی ہین، اور پھر تفصیلی طور پر اسلام کو قرآن مجید کے اقتباسات کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے، رسالہ مفید ہے، اور مسلمانون اور غیر مسلمون مین اشاعت کے لائق ہے،

فیض میر، مرتب جناب پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے، حجم ۷۵ صفحے کاغذ اور لکھائی عمدہ، چھپائی معمولی، مجلد، ناشر انجمن اردو لکھنؤ،

میر تقی میر کی تصنیفات مین ایک رسالہ "فیض میر" کا نام آتا تھا، اس کو پروفیسر سید مسعود حسن صاحب رضوی (لکھنؤ یونیورسٹی) نے تلاش اور جستجو کے بعد مرتب کرکے شایع کیا ہے، میر نے یہ رسالہ اپنے لڑکے میر فیض علی فیض کے لئے سہل و آسان درسی زبانِ فارسی مین لکھا تھا، رسالہ کل پانچ حکایتون پر مشتمل ہے، جسمین میر صاحب نے خود اپنے حوالہ سے مختلف بزرگون اور درویشون کی حکایتین لکھی ہین، مرتب نے اپنے مقدمہ مین رسالہ کے حالات پر روشنی ڈالی ہے، اور پھر آسانی کے لئے ان فارسی حکایتون کو اردو مین ترجمہ بھی کردیا ہے، بزرگون کی ہر چیز تبرک ہوتی ہے، اس لئے یہ تبرک بھی زیارت کے قابل ہے،

اقوالِ نپولین، مترجمہ مولوی فضل قدیر صاحب ظفر ندوی منیجر اسلامیہ اسکول کیتھل پنجاب، ناشر میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور، حجم ۲۲۴ صفحے تقطیع چھوٹی قیمت ۱۰؍

نپولین کی زندگی اور اس کی سیرت پر یورپ کی مختلف زبانون مین بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور اسکی سیرت کے مختلف پہلوؤن پر آج تک تحقیقات ہو رہی ہے، لیکن ابھی تک کسی نے اس کے سوانحِ حیات مین سے اُس کے اقوال کو چن چن کر الگ کرنے کا فرض انجام نہین دیا تھا، کہ اس آئینہ مین اس کی سیرت کے تمام خط و خال صحیح طور پر نمایان ہوتے، اس ضرورت کو سب سے پہلے ایک مصری اہل قلم نے محسوس

کیا، اور کلماتِ نابولیون کے نام ایک مختصر رسالہ مرتب کیا، مولوی فضل قدیر صاحب نے اسی رسالہ کو اردو مین منتقل کیا ہے، رسالہ اگرچہ نپولین کے تمام اقوال پر مشتمل نہین لیکن اچھا خاصہ حصہ اس مختصر رسالہ مین جمع ہوگیا ہے، ابتدا مین ایک مختصر باب مین نپولین کے سوانحِ حیات بھی درج ہین، ترجمہ صاف اور سلیس ہے،

مرشد المبتدی الی اللسان العربی (جزء اول) تالیف جناب ڈاکٹر عمر محمد داؤد پوتہ ایم اے پی ایچ ڈی ناظر مدرسۂ عالیہ اسلامیہ کراچی، حجم ۹۰ صفحے، تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی اوسط درجہ کاغذ عمدہ، قیمت درج نہین، پتہ:- قاضی عبد الرزاق احمد معلم العربیہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی،

جناب ڈاکٹر عمر محمد داؤد پوتہ ایم اے پی ایچ ڈی (حال پروفیسر اسماعیل کالج بمبئی) نے چھوٹے بچون کو آسان عربی سکھانے کے لئے یہ ابتدائی رسالہ لکھا ہے، جسمین جدید طریقۂ تعلیم کے اصولون پر مختلف مشقون مین اسباق تقسیم کئے گئے ہین، اور انھین مشق و تمرین کے ذریعہ پڑھانے کی ہدایت کی گئی ہے، یہ رسالہ ایسی مشقون پر مشتمل ہے، جن مین حروف تہجی سے چھوٹے چھوٹے جملون کے ترجمون تک اسباق قلمبند کئے گئے ہین، رسالہ مدارس مین رائج کرنے کے قابل ہے،

مآثر الشعراء، مرتبہ جناب نصیر علوی، حجم ۱۵۹ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت ۸؍ ناشر مشاعرہ کمیٹی مین پوری (یوپی)

مین پوری مین ایک بزمِ مشاعرہ قائم کی گئی ہے، جس کے زیر اہتمام سالانہ مشاعرے منعقد ہوتے ہین، چنانچہ اسی بزم کا پہلا مشاعرہ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء مین منعقد ہوا تھا، جسمین ملک کے بعض ممتاز شعرا نے بھی شرکت کی تھی، اسی مشاعرہ کی تمام غزلین اور نظمین بہ ترتیب حروف تہجی و بہ ترتیب اقسام کلام مآثر الشعراء کے نام سے شایع کی گئی ہین، نیز اکثر شعراء کے مختصر حالاتِ زندگی بھی بطور تذکرہ پیش کئے گئے ہین، اور تمہید و تعارف مین بزم مشاعرہ کی روداد درج کی گئی ہے، اس رسالہ سے مشاعرہ کی وقتی دلچسپیان مستقل طور پر یادگار رنگین، ارباب بزم اس ادبی خدمت پر شکریہ کے مستحق ہین،

طائر خیال، از جناب سدرشن حجم ۲۷۰ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اوسط درجہ کاغذ عمدہ قیمت ہے پتہ:۔ سدرشن پبلشنگ ہوس لاہور،

جناب سدرشن اس وقت اردو کے مختصر افسانہ نگارون مین ممتاز درجہ رکھتے ہین، طائر خیال ان کے مختصر افسانون کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے، اس مین کل ۱۱ افسانے ہین، جو قریب قریب سب کے سب اچھے اور پڑھنے کے لایق ہین،

اوراق پریشان، از جناب محمد صادق حسین صاحب بی اے علیگ حجم ۱۶۸ صفحے تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت مجلد عہ، پتہ صفدر حسین صاحب ادریس گنج ہردوئی (اودھ)

جناب محمد صادق حسین صاحب بی اے علیگ کے مختلف مضامین کا مجموعہ اوراق پریشان کے نام سے شایع ہوا ہے، جو مختلف رسالون مین شائع ہوئے تھے، ان مضامین مین بعض افسانے ہین، اور ادبی و تنقیدی مباحث پر مشتمل ہین،

غنچۂ تبسم، از جناب سید تمکین صاحب کاظمی، منشی فاضل ایم اے، (؟) ایس بی کالکتہ (؟) وغیرہ ۱۹۶ صفحے تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی اوسط درجہ، کاغذ اچھا، قیمت عمر، پتہ:۔ مکتبۂ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن،

جناب سید تمکین صاحب کاظمی نے اپنے مزاحیہ مضامین کا مجموعہ "غنچۂ تبسم" کے نام سے شایع کیا ہے، مجموعہ کی ابتدا مین جناب نیاز فتحپوری، جناب احسن مارہروی، جناب ملا رموزی، ضیاء الملک فاضل الہیات ایم آر اے ایس (لندن) ایم ال ایس (امریکہ) اور عبدالمنعم صاحب سعیدی بی اے علیگ کے کئی کئی صفحون کے دیباچے مختلف عنوانون سے ہین، پھر مضامین شروع ہوتے ہین جو تعداد مین ۱۹ ہین، آج کل ظرافت آمیز مضامین مین مضمون نگار بالعموم اپنے ذاتی حالات اور بچ کے تذکرون کو کسی نہ کسی طرح مضامین کا جزو بنایا کرتے ہین، یہ خصوصیت اس مجموعہ کے دیباچہ اور مضامین دونون مین نمایان نظر آتی ہے،

الترجمۃ العربیہ، از مولوی مسعود عالم صاحب ندوی اوگانوی حجم ۴۸ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی معمولی قیمت ۴ر پتہ:۔ مولوی سید مطیع الرحمن صاحب ہوسٹل لکھنؤ،

مولوی مسعود عالم صاحب ندوی نے نومشق طلبہ کے املائی مشق کے لئے یہ رسالہ لکھا ہے، جو ۴۸ مضمونون مین تقسیم ہے جن مین نحوی قواعد کی ترتیب سے بچون کو اردو سے عربی اور عربی سے اردو املا مشق کرانے کے لئے مفرد و مرکب الفاظ اور جملے بہ ترتیب درج کئے گئے ہین، اور آخر مین چھوٹے چھوٹے خطوط پر رسالہ ختم کیا گیا ہے، ایک فرہنگ بھی منسلک ہے، جسمین مشقون کے مشکل الفاظ حل کئے گئے ہین، بچون کی صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم کے وقت اس رسالہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے،

انقلاب سنہ ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ، مترجمہ جناب شیخ حسام الدین صاحب بی، اے حجم ۱۹۰ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت تقریباً عہ و عہر، پتہ:۔ شیخ حسام الدین بی اے، ذوالفقار گنج لدھیانہ (پنجاب)

ہندوستان کے مشہور انقلاب سنہ ۵۷ء پر مختلف انگریز اہل قلم نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے کتابین تالیف کی ہین جن مین بیشتر ایسی ہین جنمین انگریزون کے مظالم کی پردہ پوشی کرنے کے بعد ہندوستانیون کے مفروضہ انسانیت سوز مظالم دکھائے گئے ہین، اور اس طرح یورپ کو ہندوستان سے بدظن کرنے اور ہندوستان مین برطانوی حکومت کو مضبوط کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن زیر نظر کتاب "انقلاب سنہ ۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ" دور حاضر کے ایک انگریز اہل قلم ایڈورڈ ٹامس کے قلم سے نکلی ہے، جس مین ہندوستان مین موجودہ تحریک وطنیت کی ترقی کے امکانات بتا کر انگریزون کو اس پر ہمدردانہ غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اور اسی کو پوری طرح سمجھانے کیلئے انقلاب سنہ ۵۷ء پر ایک جدید روشنی ڈالی گئی ہے، اور اس ضمن مین انقلاب کے اسباب و علل، واقعات کی تحقیق انگریز مورخین کے غلط پروپگنڈے کی تردید اور پھر انقلاب مین ہندوستانیون کی ناکامی کے اسباب بتائے گئے ہین کتاب جن جذبات کے ساتھ تالیف ہوئی ہے، ان کے اثرات کے لحاظ سے ایک حد تک غیر جانبدارانہ موقع

تصنیف کی جاسکتی ہے، اگرچہ استنباطِ نتائج وغیرہ مین پھر بھی کہین کہین قلم مین لغزش آگئی ہے، جس کی تلافی مترجم نے اپنے تعلیقات مین کسی نہ کسی حد تک تصحیح کردی ہے، اس کتاب کی تلخیص کی اشاعت کا سلسلہ الہلال کلکتہ کے دورِ جدید مین مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کے قلم سے نکلنا شروع ہوا تھا، جو الہلال کے بند ہوجانیکے بعد رک گیا اور اب شیخ حسام الدین صاحب بی اے نے تلخیص کے بجائے اس کے مکمل ترجمہ کی مفید خدمت اپنے ایامِ اسیری مین انجام دی ہی، ترجمہ نہایت صاف، سلیس اور روان ہی، ابتدا مین مولوی عبد الرحیم خان یوسفزئی پشاوری کے قلم سے ایک مقدمہ ثبت ہی، جسمین کتاب پر تبصرہ کیا گیا ہے، امید ہو کہ اردو دان طبقہ اسکے مطالعہ سے فائدہ اٹھائیگا،

انگریزی افسانے، مرتبہ جناب عبد القادر صاحب سروری ناشر انجمن امداد باہمی مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن، حجم ۳۰۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت عمہ

مکتبہ ابراہیمیہ نے "دنیا کے شاہکار افسانے" کی اشاعت کا جو سلسلہ جاری کیا ہے، اس کا یہ دوسرا نمبر ہے، جسمین انگریزی زبان کے کل ۱۴ منتخب و مختصر افسانون کا ترجمہ کیا گیا ہی، ہر افسانہ کی ابتدا مین افسانہ نگار اور اس کا مختصر تعارف درج کیا گیا ہے،

ہندو اخلاقیات، مترجمہ مولوی غلام ربانی صاحب مدرس [illegible] اسکول اورنگ آباد، پتہ [illegible] ایجوکیشنل کتب فروش [illegible] بازار حیدرآباد دکن، ضخامت ۱۳۳ صفحات، قیمت [illegible]

جناب جی ایے چند اورکر صاحب بی اے ایم آر اے ایس نے انگریزی زبان مین ایک کتاب ہندو اخلاقیات پر تالیف کی ہے، اسی رسالہ کا اردو ترجمہ خود مصنف کی فرمایش سے مولوی غلام ربانی صاحب نے کیا ہی، ترجمہ نہایت صاف سلیس اور روان ہی، کتاب پندرہ ابواب پر منقسم ہے، جنمین وید، اپنشد، شاستر، گیتا اور ہندو مذہب کے مشہور بزرگون کے اخلاقی عقائد و تعلیمات کو پیش کیا گیا ہی، ابتدا مین مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی کا ایک مختصر تبصرہ ہے اور ہمین موصوف کے اس تبصرہ سے اتفاق ہے کہ ہند کے قدیم فلسفے مین بلند سے بلند اور پست سے پست عقائد موجود ہین، مصنف نے اسی انبار سے بلند معیار اخلاق و عقائد کا ایک عمدہ مرقع انتخاب کرلیا ہے،

"ر"

جلد بست و نہم	ماہ شوال المعظم سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء	عدد ۳

مضامین